

U76205

5-12-29

Title - DASIM AUR ZEHRAR

Creator - Ahmad Ali Shauq Qidwai

Publisher - ~~Ata~~ Al Nagia Press (Lucknow)

Date - 1911

Pages - ~~92~~ 93

Subjects - Urdu Drama

التأثير

۱ ہدیہ خدمت مولوی محمد
ارطغرل

قاسم اور زہرہ

از تصنیفات

نشی احمد علی صاحب شوق - قدوائی

مصنف

میل نیا جمیل حسن سبب اوردہ ہے، ہمارے دربار میں دیکھو

جس

نجات ہی ضا، کاکوروی منہ پر لاؤ اور لکھنؤ

۱۱۹۷ھ میں

پیشہ افق امین آباد میں طبع اور شائع کیا

حق تصنیف محفوظ

قیمت تمام اول ۱۲
دوم ۱۲

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U76205

Lib.

۸۹۱۳۳۲

صحیح نامہ قاسم اور فرہہ کا

صفحہ سطر مصرع غلط صحیح
۲ ۸ ۱ ۲۶۲۰۵ ڈھٹائی

پر دے پر دے



30 JUL 1975

نہ موسم کہ بہت کر بدل جاؤں میں

قاسم سطر سے پہلے

CHECKED

تیب تیب

میں قربان کی میں صدقے گئی

یہ اشکوں کے لئے پیہ پی ہو نام یہ اشکوں کی مالا پر جتنی ہو نام

آگ آگ

کھانسی کھانسی

کھانسی کھانسی

اجی اجی

پڑے مار جھوٹے پر اللہ کی پڑے مار جھوٹے پر اللہ کی

دھول دھول

بلائیں بلائیں

مچلی مچلی

مرے مرے

آئی ہو آئی ہو

قاسم (سطر سے پہلے)

وہ رنگ آگیا وہ پھر آگیا

Maulana Abul Kalam Azad Library

صفحہ

سطر

مصرع

غلط

صحیح

صفحہ

سطر

مصرع

غلط

صحیح

صفحہ	سطر	مصحح	غلط
۴۷	۱	۲	وہ منہ پر
ایضاً	۵	۱	ہنسائے
ایضاً	۶	۲	چمکانے والی کہیں
ایضاً	۱۳	۱	مگر
۴۸	۱۲	۲	کہ جان
ایضاً	۱۳	۲	اللہ سے
۵۰	۱۵	۱	بولوں
۵۲	۱۳	۱	حور ہرہ
ایضاً	۱۷	۲	کیوں نہیں آئی
۵۴	۱	۱	بھولی
۵۵	۲	۲	پیارے
۵۶	۶	۲	پتھر کے
۵۸	۳	۲	سُسر
ایضاً	۹	۱	نگاہیں امری
ایضاً	۱۱	۲	تیں قربان
ایضاً	۱۳	۱	ساون
۵۹	۱۳	۲	لے گئی
۶۰	۱۱	۲	چٹکیوں
۶۱	۵	۲	وہ دیدہ
ایضاً	۷	۲	تُو
۶۲	۷	۱	پر جائے

مفعول	سطر	مصرع	غلط	صحیح
۶۲	۱۴	۱	آ لے گی	آ لے گی
۶۴	۲	۲	لا لے کی دو پتیاں	لا لے کی دو پتیاں
۶۸	۲	۱	مجھ سے	مجھ سے
۷۰	۱۴	۱	گرمی کا خون	گرمی سے خون
۷۲	۸	۱	زباں پر درش	زباں کی روش
یضاً	۹۰	۲	پانوں	پانوں
۷۶	۶	۲	حان	جان
۷۷	۱	۲	لگ آئے	گرا لے
یضاً	۱۲	۲	توڑ روے	توڑ روے
۷۸	۶	۱	مچھ	مچھ
۷۹	۷	۲	وہ ہوا روح	وہ ہوا روح
یضاً	۱۵	۱	مچھو دینا قوسے	مچھو دینا قوسے
یضاً	۷	۱	ن این	ن این
۸۲	۷	۲	تپکا	تپکا
۸۳	۶	۱	حافظ	حافظ
یضاً	۷	۱	سنا لیں	سنا لیں
یضاً	۸	۲	دنکا	دنکا
۸۶	۱۴	۱	چھٹ پڑی	چھٹ پڑی
۹۰	۸	۱	چپ ہو رہے ہونگے	چپ رہ گئے ہونگے
۹۱	۳	۲	ویراں	ویراں
یضاً	۸	۲	ڈو پیٹے	ڈو پیٹے

متعلقین قصہ

قاسم ہیرو

امیرن زُہرہ کی دایہ

زُہرہ ہیروئن

قاری زُہرہ کا باپ

صفیہ زُہرہ کی ماں

حبیب زُہرہ کا ماسٹرن

سیف خاں تھانہ دار

ولدار خاں ہیڈ کانسٹبل

حلیمہ زُہرہ کی چھوٹی



۱
بسم اللہ الرحمن الرحیم



پہلا سین

قاسم، گلی سے، کوٹھے کی کھڑکی میں، ایک حسین صورت دیکھ کر

قاسم۔ وہ، ہاں ہاں، وہ اُرتے ہوئے بال وہ پھولے ہوئے پھول سے گال وہ
وہ بالوں میں ابھرے ہوئے گال ہیں کہ صیاد کے جال میں لال ہیں،
وہ ہیرے سے چمکے، ہنسی آگئی وہ پھر ہٹ گئی، یا چھپی، یا گئی
وہ بھانجی، وہ منہ پھیر کر چھپ ہی وہ پھر آئی، وہ پھر آ کر چھپ رہی
وہ چھٹکائے بال آئی پھر اسے چلو ہرے ہاتھوں سے ہٹا کر تھامنے
وہ، اُگلی، وہ اس سے اس سے مجھے، مجھ سے چھیننے لے جاتی ہے
وہ چتون کوئی پیر اُڑا لے گئی خدا جانے پسو سے کیا لے گئی
وہ اُگلی اُٹھی، کیا اشارہ کیا وہ پٹ بند کر کے کنار کیا
مرے دل سے سن اسکا کچھ کہ گیا چلا میں مگر ول یہیں رہ گیا

(جاتا ہے)

پہلا ایکٹ

دوسرا سین

قاسم، اسی گلی میں آکر اور اوپر دھسکر

تو پھر آب بتا او نظر کیا کروں ترپ دل کی لائی، مگر کیا کروں
دریچہ ہے بند، اب تمنا کا خون مرے سر سے کچھ کہہ رہا ہے جنوں
تو کیا یوں ہی چکر میں کھاتا رہوں نفس کی طرح آتا جاتا رہوں
انہیں چسکرو نہیں کئے دن کئی برسے دو توں تلونوں کی کھال لگئی
کوئی چال نظروں کی چسکتی نہیں مرے دل کی حسرت نکلتی نہیں
نہ اب مجھ کو غیرت، نہ عزت سے کام میں دو توں کو کرتا ہوں جھک کر
یہیں آتو دھونی رما او جنوں دریچے پہ آنکھیں جما او جنوں
ملی تھی وہ اور ایک دن آکے پھر دل اٹکا ہے مانے اُسے
نظارے کو ہے یہ سہارا یہیں کہ جھپکیا میرا ستارا یہیں
(دھونی رما کے بیٹہ جا رہا ہے)

امیرن بڑھیا اندر سے نکلتا ہے

امیرن - ارے کون ہے؟ جھنجھکیا گریب یہ دھونی اڑے، اپنا پتا تو پھر
(قاسم سے) نہ آڑا ونگوڑے، نہ رستے میں پڑ جہاں گھروہاں مرا، گلی میں نہر
تو کیا بھیکھ لیکا؟ جما اس لیے کھلا دوں، پلا دوں، جو کھائے ہے

قاسم - مجھے کھانے پینے کا غم کچھ نہیں بڑی بی، خدا کی قسم، کچھ نہیں
یہاں رہ پڑا، یا وہاں رہ پڑا میں آنسو ہوں، ٹپکا جہاں رہا
کہاں اپنا گھر آب مجھے یاد ہے فقط حسن کی چسب مجھے یاد ہے

ہوس ایک صورت کی ہے اور خیر مجھے بھوکھ الفت کی ہے اور خیر

امیرن - انوکھی یہ باتیں، انوکھی ہے دھج
جلے دل، وہ کجخت چوٹھے میں جاے
تو کسر ہے دھونی رائے ہوے؟
اڑے تیری دھونی، لگے اسیں آگ
میں ڈرتی ہوں، قاری کہیں نہ جائیں
نہ اتنا بہک تو نہ آپے کو تج
محبت نگوڑی تری جان کھاے
کہ بیٹھا ہے یوں لو لگا لے ہوے؟
نہ اب جی جلا، بھاگ کجخت بھاگ
یہاں پا کے کچا تھے کھا نہ جائیں

قاسم - تو کیا ہوگا، قاری جو آجائیں گے
ہو اس دریچے ہی سے، جو ہوا
کھلے پٹ تو آہٹ نے مائل کیا
نظر ہی تو ہے، بلکے لڑ ہی گئی
جو سیدھا سا قد سامنے آ پڑا
بلا زلفت کی میرے سر پڑ گئی
لبوں نے کہا، دل کی خیر آ نہیں
جو گردش میں وہ پتلیاں آ گئیں
کیا حسن نے یہ اشارا مجھے
میں لقمہ نہیں ہوں کہ کھا جائیں گے
تھارا ہی پالک ہے حسن اے بوا
اٹھا سر تو چتون نے چرکا دیا
جگر ہی تو ہے، چوٹ پڑ ہی گئی
تو مجھ پر قیامت کا ڈاکا پڑا
ادا کھب کے، دیدوں کے گھر پڑ گئی
نہ خوں اسکا پی لیں تو ہم لب نہیں
تو نظریں کیلجے کو بر ما گئیں
کہ دل چھیننا ہے تھارا مجھے

جب الفت کے پھندے بہت پڑ گئے قدم رک گئے، جم گئے، گر گئے
 وہ کا کل تو دل لیکے چلتی ہوئی نظر رہ گئی ہاتھ ملتی ہوئی
 پیچھے اگر دل تھا را تو خیر میسر ہو پھر وہ نظارا تو خیر
 یہ کہہ دو کہ مرتا ہے کوئی غریب تم اپنی سی کہہ دو، پھر آگے نصیب

امیرن نگوڑے، خدا تجھ کو غارت کرے کٹوڑے سے دیدے، لہو سے بھرے!
 پڑے موت، کیسا ہے منہ زور تو تری جان ہی کیا ہے، درگور تو
 یہ منہ اور یہ باتیں، یہ تو اور یہ دھیان سڑے منہ، گرے کٹ کے تیری زباں
 کہاں میری ”زُہرہ“ کہاں تو غریب نہ ہو اُسکی پر چھائیں تجھ کو نصیب
 وہ آتے ہیں قاری ایہ لے میں چل بس اب تو بے اور موت اور یہ گلی

پہلا ایک

تیسرا سین

مقام، مکان کے اندر

قاری، صفیہ، امیرن، اور زُہرہ، موجود

قاری۔ پڑا ہے فقیر ایک کمر کھ تلے اُسے کچھ دلا دو، یہاں سے ٹلے
 (صفیہ سے)

صفیہ - نہ چھیڑا کرو مجھ کو ہر بار تم لٹایا کرو بیٹھے گھر بار تم

امیرن - سیاں، کیا کموں اُس نگوٹے کا حال
وہ کجنت غارت ہو، چوٹے میں جلے
پڑے اُسکی نیت کا اُس پرو بال
وہ دنیا سے اُجڑے، اُسے گور کھائے
خدا جانے بکتا ہے کیا کیا مَوا
کوئی پیسے ہو جیسے بہکا ہوا
نہ لیتا ہے بھیکھ اور نہ ملتا ہے وہ
چھو و منہ تو بس زہر اُگلتا ہے وہ

زہرہ - وہ کیا ہے، وہ کیا ہے؟ کہو تو بوا
کہا کیا، سنا کیا، ستم کیا ہوا؟

امیرن - تجھے کیا، نہ پڑا اسی باتوں میں تُو
خدا ہی کے ہاتھ اب تو ہے آبرو

صفیہ - امیرن، اری خیر ہے، کیا ہوا
ہوا جو ہوا، ٹال آ، گر ٹلے
تو کیا سانپ کا منہ لیے ہے مَوا
جولے کچھ تو دے آ، نہ لے تو نہ لے

امیرن - "ہوا جو ہوا"، پر نہیں ٹلتی بات
کہیں دیکھ پائی ہے "زہرہ" کی چھانٹو
ہے آفت کی پُریا نگوٹے کی ذات
اسی سے گلی میں جمائے ہیں پانوں
یہ نکھر اُجوا سکی نظر پر پڑھا
محبت کا جن اُسکے سر پر چڑھا

بہت وہ بکا اور بہت میں بکی سمجھتا نہیں کچھ ، میں سمجھتا تھکی

صفحہ - اری چپ ، اری چپ ، زباں پی رو
 مے دل میں چھتی ہے برہمی کی نو
 بتوے بنانے کو آئیں بوا
 یہ بیٹی کا پیغام لائیں بوا
 ترا سنہ کھلایا جسم کا در
 جلا جسکے شعلوں سے سیرا جگر
 کہاں جا کے بھر لائی تو سنہ میں زہر
 یہ زہرہ کی قسمت ، یہ میرا نصیب
 کہ مجھ پر اگل کر کیا تو نے قدر
 وہ آیا کہاں کا ٹٹے میری ناک
 دکھائے خدا جانے اب کیا نصیب
 ڈھٹائی تو دیکھو کہ آئی نہ لاج
 خدا یوں اڑائے اٹھے جیسے خاک
 جو بدنام ہو گھر تو پھر کیا رہے
 ڈسیں سانپ اُسکو ، گے اُسپہ گاج
 جلائیں جلن والیاں ، جی جلے
 کوئی کچھ کہنے اور کوئی کچھ کہنے
 مجلس ڈالتی سنہ جو پاتی اُسے
 پچھو لوں سے دل گوندنی سا پھلے
 چنوں کی طرح میں چباتی اُسے

امیرن - نہ بھری کہ ہو مجھکو مستنا حرام
 نہ گونگی کہ ہو بولنے میں کلام
 تو کیا اب نہ باہر کبھی جاؤں میں؟
 تو کیا جاؤں اور سُنکے پی جاؤں میں؟

صفحہ - چلو ، تمکو ایسا خدا نے کیا
 جواں سے نہ ہو وہ بوانے کیا

اُسے نوچ کھاتیں تو میں جانتی لہو پیکے آتیں تو میں جانتی

قاری ارے کوئی یہ ہونٹھ کیونکر سیئے ڈھنڈورا نہ پیٹو خدا کے لیئے
اگر اڑ کے غیروں میں پڑ جائے بات تو بیٹھے بٹھائے بگڑ جائے بات
چھپے بات کب منہ پہ لائی ہوئی لبوں سے جو نکلی پر لائی ہوئی
وہ نچا ہے، کیا اسکی اوقات ہو کمینہ ہے، پا جی ہے، بد ذات ہو
سڑی ہے وہ، کون اُسکے پیچھے پڑے سڑی خود بنے جو سڑی سے لڑے
نہ چھیرو اُسے، خود ہی ٹل جائیگا نہیں آج جاتا تو کل جائیگا

صفیہ - کہیں اُنہی سیدھی جو پڑ جائے تو بنی بات گھر کی بگڑ جائے تو
ہے یہ آبرو جیسے موتی کی آب ہو اترے تو ہو گھر کی مٹی خراب
پھپھو لے مرے دل کے پھوٹ کوئی نگوڑے کی گردن مروڑے کوئی
لگی ہیں سوے کو بہت روٹیاں میں کٹوں سے نچوڑوں گی بوٹیاں

قاری - کڑا تاؤ ہے، کس قدر گرم ہو بجاؤ نہ ڈنکا، ذرا نرم ہو
نہیں چار اپنے پر ائے تو پھر جو حرف اپنی عزت پہ آئے تو پھر
نہیں مشکل اُسکا کچل ڈالنا ہے آسان بھٹکے کا مل ڈالنا

مگر چال بد ہے تو ہو نام بد اگر کام بد ہے تو انجام بد
 ٹلے وہ تو جاتا ہوں ٹال آؤں میں جو نکلے تو کاٹا نکال آؤں میں
 نہیں تو بلا سے، پڑے جو پڑے جو مانے تو مانے، لڑے تو لڑے
 جو چلتا ہوا تو نہ شور اور نہ شر جو اُکچھا تو ہے پیچ پڑنے کا ڈر

پہلا ایکٹ

چوتھائیں

مقام، مکان کے اندر
 زہرہ، تنہائی میں، اپنے خیال کے ساتھ

الہی بچا میرے بکس کی جان بڑی تیری قدرت بڑی تیری شان زہرہ
 بچا اُسکو، رکھ لے مری ٹیک تو کہ بکس کا والی ہر صرت ایک تو
 بلا میں پڑا میرے چلتے غریب یہ میرا تقدّر، یہ اُسکا نصیب
 دل اُسکا یہاں اُسکو لایا ہی کیوں جوانی لئے ظالم آیا ہی کیوں
 سمجھ اس جوانی سے حیران ہے یہ رگ رگ میں پھرتی ہے، شیطان ہے
 میں کی گلی میں خون اُسکا کھیل جنوں کیا ہے، عاشق کا خون اُسکا کھیل
 نہ رگتا ہے آندھی نہ پانی کا زور تو پھر رک سکے کیا جوانی کا زور
 میں پاؤں تو پوچھوں کہ ظالم تجھے اُبھارا تھا کہنے کہ دیکھے مجھے

مگر حسن شوخی پہ خود تل پڑا
 یہ رُخ ہو کے بے چین خود کھل پڑا
 کھلا رُخ مگر کیوں نگاہیں ملیں
 دلوں کو جو ملنے کی راہیں ملیں
 دریچے سے جھانکی تھی میں ہاکیوں
 خطا میں کروں وہ سزا پائے کیوں
 میں جھانکی تو مجھکو نہ تھی یہ خبر
 کہ بجلی گر گئی سافر کے سر
 ہوا آئے چاہے نہ آئے کبھی
 دریچہ نہ کوئی بنا ئے کبھی
 گلی کوئی رکھے نہ گھر کے قریب
 کہ دل لیکے نکلے نہ کوئی غریب
 مرے بال اترا گئے بڑھکے کیوں
 یہ دل چھین لائے ہیں سر چڑھکے کیوں
 ہوا کیوں مرے حُسن کو یہ جنون
 کہ پینے چلا ایک بیکس کا خون
 مجھے اور اس حُسن سے کیا ملا
 بس اس چاند سے منہ کو دھبّا ملا
 پھبّا پھیسی ہی، صورت ابھی سی
 مگر کیوں نہ میں منہ چھپائے لہی
 چھپالیتی مجھکو جو شرم آ کے آج
 تورہ جاتی دنیا میں پردہ کی لاج
 ہی کاش رکھتا مجھے آڑ میں
 اُڑے سیرا آنجل، پڑے بھاڑ میں
 تری آبرو اب گئی ادھیا
 کہ شوخی سے تُو دب گئی ادھیا
 جہنم میں اد غیرت اب تُو گئی
 کہ مجھکو نظر غیر کی چھو گئی
 اُسے غیر کیوں کہ اُٹھی اوزبان
 وہ سب کچھ سی، ہے یہ آفت کا دن
 وہ دل، وہ جگر، وہ کلیجا، وہ جان
 بے اس گلی میں جو اُسکا لہو
 چڑھا سر پہ ابا کے غصے کا جن
 ملے خاک میں عشق کی آبرو

تیاست کے دن رنگ لائیکا خون	تو اوپر ہی اوپر نہ جائیگا خون
پکارے لو اپنے جلا د کو	خدا سننے بیٹھے جو نہریا د کو
گواہی میں بولیں یہی ہاتھ پانوں	نہ دیں ساتھ ہاتھ، اور نہ دیں ساتھ پاؤں
مجھے آج ہے ایک بیکس کی فکر	مگر کیا تیاست کی باتوں کا ذکر
مرے دھونی والے پہ آٹھ آنہ جا	گئے جگے آیا، خدا ہی بچا ہے
”وہ“ میری دعاؤں کے پہرے میں	تو آبا کا غصہ ہے کون ایسی شے
پھرتی ہے آنکھ اور دھڑکتا ہر دل	کہیں ہوں نہ یا لب دعائیں نخل
میں کیوں آپھنسی اسکے حنجال میں	بلائیں ہیں دنیا کی ہر چال میں
جو یہ جانتی دودھ پیتی نہ میں،	جسم ہی لیا تھا تو جیتی نہ میں
فرے جو لڑکپن میں، اچھے رہے	بہت بوجھے وہ بہت غم سے
میں کیا جانوں ٹھانی ہو آبانے کیا	تو کیا ہو گا؟ اے ہے، خدا جانے کیا
بلا آئے اُس پر تو تالو تھیں	اُسے اے فرشتو بچا لو تھیں
چھپا لو پروں میں کہ پائے نہ موت	بس اتنا کرو، اُس تک آئے نہ تو
بد ہم غریبوں کی ہر نیک کام	کرو آسمان تو تھیں ایک کام
وہ بیکس ہو بندہ ترا اے خدا	نہ وہ، اور نہ یہ، تو بچا اے خدا

پانچواں سین

مقام، گلی

”قاری“ اور ”قاسم“ موجود

قاری (قاسم سے) اسے کون ہی؟ جا، نکل، دور ہو، یہاں کیوں پڑ آ کے، چل دور ہو
خدا جانے تو کس ہوا میں بھرا کہ صر جارا رہا تھا، کہاں آ مرا
چلا آگ لیکر یہاں تا پنے گلی مول لے لی ترے باپ نے
کئی ڈالیاں پیڑ کی جل چکیں بس اب صبر ہے، کہ کھیں پھل چکیں
یہ دھونی جلاتی ہے گھر بھر کے دل نہ کنکر کے دل ہیں، نہ پتھر کے دل
میں در چھوڑ دوں، رہ گذر چھوڑ دوں تو کیا چاہتا ہے کہ گھر چھوڑ دوں؟
مے خاک تھکویاں جی دے چلا جا، چلا جا، خدا کے لئے
کہا مان بکشت، اس ہٹ کو چھوڑ بھلا چاہے تو میری چو کھٹ کو چھوڑ
ادھر تھک گیا منہ، اُدھر ہاں نہ ہو نہیں رنگیتی تیرے کانوں پہ جوں
جو لچھ لے، تو میں لاکے دوں، لیکے جا وہ لے یا نہ لے، یہ جنوں لیکے جا

قاسم۔ بپھرتے ہو کیوں، خیر ہی، کیا ہوا؟ لبوں سے وہ پیکا کف آیا ہوا!
زباں زہرا لب زہرا، ہر بات زہر بدن ہے بشر کا، مگر ذات زہر
میں کیا ڈر کے بھاگوں گا، بچا نہیں محبت کا پکا ہوں، کچا نہیں
نہ یہ آگ کا ہے، نہ پانی کا جوش جنوں عشق کا ہے جو انی کا جوش

جنوں کی اُٹنگ اس قدر میں ہر
میں آیا تو کیا رگہ زبند تھی !
سر اٹھ کر نظر اکر ا ہی چکا
ہو اسے یہ پوچھو کہ آئی ہی کیوں
کسی کی نہیں ، عام یہ راہ ہے
کہیں کوئی دھونی رما لے تو کیا
جدھر اچھی صورت ، اُدھر دل کی راہ
جدھر حسن ہو ، مجھک پٹے عشق اُدھر
میں دل دیکے پھیروں یہ ممکن نہیں
کوئی دے ، کوئی لے ، حسد ہو سکے
میں دھکی سے واللہ ٹلتا نہیں

کہ گویا تلاطم سمندر میں ہو
نگاہ آنکھ میں کیا نظر بند تھی !
گیا دل تو اب کیا ہر جا ہی چکا
وہ کانوں تک آہٹ کو لائی ہی کیوں
مرا حق بھی واللہ باللہ ہے
کسی پر کسی کا دل آ لے تو کیا
کھینچے کربا کی طرف جیسے کاہ
حرم کی طرف جیسے مومن کا سر
جوانی ہے ، پیری کا یہ سن نہیں
کسی پر مرے کون ، کہ ہو سکے
یہ منتر پڑھے جن پہ چلتا نہیں

قاری جواب اک ذرا ہوشیں آکے دے
بتا صاف ، جاتا بھی ہر یا نہیں ؟
نذبول اب زباں سے اسی میں ہر خیر

یہ بے کسی اور کو جا کے دے
ہلاتا ہر سر ، منہ سے کہہ کیا نہیں ؟
چلا جا یہاں سے اسی میں ہر خیر

قاسم۔ نہیں خیر ، تو خیرایوں ہی سہی
وہ شر ہی سہی ، میراںوں ہی سہی

یہ مانا کہ دل میں نے مشید کیا
 یہ مانا، جنوں میرے ہی سر میں ہو
 مراد دل اسی گھر میں ہے، لانا دو
 میں آیا تو آیا، گلی ہی تو ہے
 سنی میں نے آہٹ کہ بہرا نہ تھا
 نظریوں پر ہی جیسے آفت پڑے
 نگاہ اُسکی میرے جگر تک گئی
 اڑا لے گئیں چیتوئیں، دل گیا
 اداؤں میں تھا یہ مرے دل کا حال
 نظر کی چھری سے جو ٹکڑے کٹے
 پڑے تھے جو بالوں میں گھونگھڑ کے پیچ
 دل اُلجھا تو بالوں کا ہو ہی گیا
 بنا عشق کا جوش آنکھوں میں خون
 جنوں نے بھری جب مے سڑاگ
 جلا اُسکی لَو سے کلیجہ مرا
 میں اس وقت باہر جو ہوں ہوش سے
 یہ دھونی ہے نقشہ مری چاہ کا
 تو کیا حُسن بھی میں نے پیدا کیا
 تو کیا حُسن بھی میرے ہی گھر میں ہو
 یہ اک بات ہے ورنہ دو یا نہ دو
 ہوئی چاہ ”زُہرہ“ کی، جی ہی تو ہے
 اُٹھا سر تو کچھ سر پہ پہرا نہ تھا
 نگر یوں لڑی جیسے قسمت لڑے
 گئی پھر کے جب خون سے چھک گئی
 گیا، یا کہوں، آگیا، رل گیا
 لُٹیروں میں جیسے سافر کا مال
 تو غمروں میں جھٹے جگر کے بٹے
 بنے سب وہ میرے مفقَد کے پیچ
 پڑا گھونگھڑوں میں تو کھو ہی گیا
 نگر بن گیا میرے سر میں جنون
 لہو بنکے دوڑی بدن بھر میں آگ
 پکا سر کی ہانڈی میں بھیجا مرا
 اُلتا ہوں گویا اُسی جوش سے
 ہوا آگ اس میں دل کی، دھواں کا

عشق دے ہے ہو یہ جھٹکے مجھے بہت یاد ہیں ایسے لئے مجھے
 مری بیکس پر نہ جانا کہیں خدا ساتھ ہے میں اکیلا نہیں
 مقدر بڑا بے نصیبوں کا ہے کہ اللہ والی غریبوں کا ہے
 خدا دے گا بدلا جو کلیاؤ گے کہ جو بوؤ گے اُسکا پھل پاؤ گے
 یہ آہ اوپر اوپر تو جاتی نہیں کسی سر کے ماتھے نہ بیتے کہیں
 نگاہوں میں یہ بنکے بجلی پھرے پھرے ہی نہیں بلکہ سر پر گرے
 نہ شبنم، نہ کافور کی مجھ میں خوش نہ ہوں تیں کسی جاں بلب کا لہو
 نہ دم ہوں کہ گھٹ کر نکل جاؤں میں نہ موسم کہ ہٹ کر نکل جاؤں میں
 جلس سے ہیں آگ برساؤ نکا خدا کی قسم، میں نہیں جاؤں نکا

پسلا ایکٹ

چٹھاسین

مقام، مکان کے اندر
 صنفیہ، اور ترہسہ، موجود

صنفیہ مری لاڈلی، میری آنکھوں کا نور مری جان زہرہ، بلا تیری درد
 (زہرہ سے) میں صدقے یہ لکھ اتر اور یہ گرد! ہوا رنگ ہدی کا گودا سا زرد
 بہا کا جل آنسو یہاں تک ہے یہ منہ بول اٹھا لاکھ ٹوچ ہے

یہ ساون کے جھالے، یہ کالی گھٹا
خفا ہو گئی ایسی بھولے سے تو
بت چپ لگی، آج قہرے کہاں
جوان سے ہٹا تو کدھر دل بٹا
کہ بیٹھی نہ آج اُس پہ بھڑکے سے تو
بھری ہیں تے منہ میں کیا گھنگنیاں

زُہرہ - میں اماں کے پاس اپنے گھر میں ہوں
مرے چلتے نظروں سے یہ گھر گئے
کسے، کون، صورت دکھانے لگی
گلی سے نظارہ! یہ دشوار ہے
ہو اسے دریچے کا پٹ کھل گیا
جوزینے پہ آئی اُترنے کو میں
قدم پھر نہ زینے پہ رکھوں کبھی
مگر زندگی سے خفا جی میں ہوں
مری ایسی قسمت پہ جھاڑو پھیرے
میں انجان چھت پر نہانے لگی
تو کیا چھت پہ شیشے کی دیوار ہے
اُسی سے کھلا یہ شگوفہ نیا
تو ہاں بھک پڑی بند کرنے کو میں
مرے پانوں ٹوٹیں اتنی ابھی

صفیہ
ہزاروں زبانیں، ہزاروں ہیں نہ
پڑے تجھ پہ دشمن کی ٹیڑھی نگاہ
لے خاک میں، لیکے ارمان، وہ
تجے، جو بکے، دھیان میں کچھ نہ لا
اُسے خوف کیا، جسکا دامن ہو پاک
کہاں تک سُنے کوئی باتوں کو، اُنہ
تو جاسن کی صورت وہ ہو روسیہ
تری ایڑی چوٹی پہ قربان، وہ
سُن اس کان تو اور اُس کان اُڑا
نہیں پڑتی ہو چاند پر اُڑ کے خاک
(تماری باہر سے آگئے)

قاری - کہوں کیا، میں دو آنٹوں میں پڑا
(صفیہ سے) جو صورت کو دیکھو تو انسان ہے
وہ پھرا، ذرا منہ جو میں نے چھوا
جو شکل اُسکی دیکھی تو غصے سے تھی
چلا آیا اس وقت میں ٹال کر
جنوں اُسکا کیا اور وہ ناری ہی کیا
ادھر تم (ڑیں) اور اُدھر وہ لڑا
جو سیرت کو تاڑو تو شیطان ہے
لگی میں تھا اک شیر چھوٹا ہوا
انگھٹھی دکھتی ہوئی آگ کی
چھری پھیر دو نگا ذرا پاں کر
نہ پی لوں لو تو میں قاری ہی کیا
(حبیب آگیا)

حبیب لو کسکا پیتے ہو، کسپر ہے قہر!
(قاری سے) اُڑے شہر میں بات بڑھ کر تو پھر
تو کیا آج پانی سے خالی ہر شہر!
پکائے لو سہ پہر چڑھ کر تو پھر

قاری - تمہیں تو ہو بس دنگی کا مرض
خدا یوں نہ ڈالے کسی پر کڑی
”وہ“ دیکھا تو ہو ہی گا، کمر کھ تلے
نہ ظالم ہلا، لاکھ میں نے کہا
جو بولا تو وہ بات پائی گئی
میں یہ زہر کے گھونٹ کیونکر پیوں
گوارا نہیں بے حیائی مجھے
نہ سمجھو نہ بوجھو، ہنسی سے غرض
بڑے ہی سڑی سے لڑائی پڑی
نہ سمجھائے سمجھے، نہ ٹالے ٹلے
زیں سانپ کی شکل پکڑے رہا
کہ ”زہرہ“ کے سر جالے آئی گئی
جگر کا لو ہو تو کیونکر جیوں
یہ غم کھائے جاتا ہر بھائی مجھے

جیب - گلی چین لی آ کے ، اند میر ہے
 نہ لو ہے کے ناخن ، نہ پتھر کی کھال
 تو کیا پھاڑ کھا یگا ، کچھ شیر ہے !
 نہ وہ دیو ہے ، جس سے لڑنا محال
 اجی ، یا اُسے مارو ، یا مر رہو
 جو عنت کے سر آ بنے تو کہو

قاری - جو چاہوں تو پی لوں میں کافر کا خون
 صداوت اگر جان کے ساتھ کی
 نہیں لیکن اُسکا سا جھکو جنون
 تو قسمت میں رہی ، جو دو ہاتھ کی
 غرض ، ہار میری ہے ہر کیل میں
 یہ جلاؤ ، چال اس کی چلتی پھری
 کپ پی جاؤ جو چار باتیں کہے
 شرافت اسی میں رہے تو رہے

صفیہ - زمانہ بُرا ہے ، فقط نیک تم
 پیے جاؤ تم ، جیسے شربت کے گھوٹ
 سمجھ واسے بس رہ گئے ایک تم
 خدا جانے اب بیٹھے کس کل اینٹ

قاری - تو کیا میری طینت میں غصا نہیں
 ادھر آیا غصہ ، اُدھر آئی عقل
 مگر عقل زائل ہو ، اتنا نہیں
 جو آئی تو غصے پہ پھپھکی عقل
 یہاں چیں ملتا نہیں عمر بھر
 رٹے کون ساری خدائی کے ساتھ
 یہ دنیا ہے لے بی بلاؤں کا گھر
 ہزاروں ملیں گے بُرائی کے ساتھ

حبیب - ہیں دنیا کے جھگڑے کھن، سچ تو ہے
(صفیہ سے) یہ جو کہہ رہے ہیں، بہن، سچ تو ہے

صفیہ - سنو بھائی، ان کی گواہی نہ دو
تھیں ووں، تھیں یوں کہو، کیوں حبیب؟
یہ میرا گلہ لو، دبا ہی نہ دو
زباں ایک ہی یا ہیں دو، کیوں حبیب؟
سمجھ اپنی اپنی تو کیا گفت کو
انھیں جاں پیاری، مجھے آبرو

قاری - خدا واسطے کو بگڑتی ہو تم
زمانہ جو لکڑی کو لکڑی کہو
بشر کیا، ہوا سے بھی لڑتی ہو تم
خدا آئے تو نکھی کو مگر می کہو

صفیہ سمجھ اڑ گئی میری مت کھو گئی
اگرتے ہو، لڑتے ہو، تنٹے ہو روز
میں اس گھر میں آکر سڑن ہو گئی
انوکھی بناوٹ سے بنتے ہو روز
مجھے، تم نے ایسا بہت کیا دیا
بہت دن ہوئے، بجلیاں لائے تھے
تو کیوں میری "زہرہ" کا وہ نام لے
وہ دھونی رمائے، مرا جی بٹلے
میں اس گھر میں آکر سڑن ہو گئی
انوکھی بناوٹ سے بنتے ہو روز
مجھے یاد ہے، تب بھی اتر لائے تھے
جہنم میں اللہ اُسے جھونک دے
کہاں تو اٹھے، کون بستی جلے
ہوا اُس سے یہ دھبّا نصیب
مے منہ کو کا لک لگی، یا نصیب

قاری۔ بھرتی ہو خود، یہ نئی سیر ہے
 چڑھاتی ہو جھنڈے پہ کیوں بات کو
 بچیں بے وضو کھم تو نادان ہیں
 یہ ہسائی بڑھیا ہے کس تھر کی
 وہ ڈائن کہ اللہ کا ڈر نہیں
 ابھی لے اڑے گی جو سن پائیگی
 جو ملتا نہیں وہ تو کیا اختیار
 کواں دیکھ لوں پھر میں کیونکر کروں
 جو دم لو تو چوکوں نہ تدبیر سے

ذرا ہوش میں آؤ، کچھ خیر ہے
 یہی ناکہ تھوکیں سب اوقات کو
 مثل ہے کہ دیوار کے کان ہیں
 پھری ہے بھجائی ہوئی زہر کی
 وہ ناگن کہ کالے کا منتر نہیں
 تنگوفے محلے میں چھوڑ آئیگی
 کہ شیطان ہے اُسکے سر پر سوار
 چلوں بڑھ کے تو کھا کے ٹھوکر کروں
 بنے بگڑے بھوکچھ ہو تقدیر سے

صفیہ۔ مجھے تو ہوئی رو سیا ہی نصیب
 اُسے موت آئے مگر آئے آج

کفن ہونہ اُسکو اتنی نصیب
 اُسے گور کھائے مگر کھائے آج

جیب۔ ادھر دیکھو، اک سہل لٹکا ہے یہ
 گلی میں چا دیں ہم اک بار شور
 گواہوں کی کیا لکھنؤ میں کمی
 نصیب اُس کو ہوں جیل کی بیڑیاں

مگر جان ہی لے وہ جھٹکا ہے یہ
 گزرتا کر لیں اُسے کہکے چور
 کچھری میں رہتی ہے ٹکڑی جی
 رگڑتا رہے رات دن ایڑیاں

گٹھے ہم سے جیل تو بن جائے بات بے اُس سے سُتھی تو چل جائے گھاٹ
جو جیلر کے ڈنڈے سے پالا پڑے تو چکنی سے قسمت کا چکر لڑے
وہ بھر مار چوٹوں کی دن رات ہو کہ کُندا جہنم کا بد ذات ہو

صفت میں صدقے، مرے دل کی ہتیا کسی یہی چال اچھی ہے، ہاں ہاں یہی
پٹے یوں نگوڑا، گئیں جیسے دھان اُدھر جاکے کھال اور کھجائے جان

قاری۔ میں منظور کرتا ہوں اس بات کو مگر بھائی، دن کو نہیں، رات کو

پہلا ایکٹ

ساتواں سین

مقام، مکرکھ تلے، گلی میں

قاسم، اپنے خیال کے ساتھ

قاسم۔ خدا جانے کیا! کچھ نہیں یاد ہے بس اس حافظے پر مراد ہے
وہ آئے تو آخر کہاں کی کسی زمیں کی کسی، آسمان کی کسی
تجھے، ہوش، اُس وقت جانا تھا مجھے، جوش، اُس وقت آنا تھا
وہ گرم آئے ایسے کہ جی جل گیا جنوں کا دماغ اور بھی جل گیا

طبیعت ہی تو ہے، بدل ہی گئی
 چڑھیں تیوریاں، وہ تو چڑھ ہی چکیں
 یہ چوٹیں جو زہرہ کے سر جائیں، تو
 وہ حضرت کبھی چپ نہ رہ جائیں گے
 ستم کے ہیں تیور کہ دل کد پہ ہے
 وہ منہاسا دل پسکے رہ جائے گا
 جگر بھی نہیں کوئی مضبوط شے
 لہو بکے قدرت سے جب تھم گیا
 غرض، ہو جو زہرہ پہ غصے کا وار
 پڑی اُسکے سر تو قیامت ہوئی
 اجی یہ تو مانا، بلا سہ پہ ہے
 خدا وہ، کہ حافظ ہوئی اُسکی ذات
 تو ہاں تفل! وہ تفل دیں یا نہ دیں
 یہ رستا اگر بند ہو جائے تو
 تب آنکھیں پھڑکتی ہی رہ جائیں گی
 تصور بھی اک چیز مشور ہے
 مگر آنکھ دیکھے ادائیں نئی
 زباں ہی تو ہے، ٹھکے پل ہی گئی
 بڑھیں جھٹیں، وہ تو بڑھ ہی چکیں
 ادھر کی بلائیں، اُدھر جائیں، تو
 خفا ہونگے، چھڑکیں گے، جھلائیں گے
 بیگنی نہ زہرہ کہ وہ زد پہ ہے
 لہو ہو کے آنکھوں سے بہ جائے گا
 نہ کنکر، نہ پتھر، لہو ہی تو ہے
 تو دل اور جگر کے لیے جم گیا
 نہ سنبھلے نزاکت سے سختی کا بار
 مجھے منہ کے چلتے نداست ہوئی
 مگر خوف کیا ہے، خدا سہ یہ ہے
 تو عیسیٰ کو سولی سے دیدی نجات
 کہیں جلکے کھڑکی کو چنوا نہ دیں
 نظارہ نظر بند ہو جائے تو
 مری پتلیاں سخت چکرائیں گی
 جو یہ کام آئے تو کیا دور ہے
 تصور میں شکلیں نہ آئیں نئی

تصور مصوّر ہے، موجب نہیں غلط ہو اگر ہو دو سو جد کیس
 تو کیا سیری نظریں نہ ٹکرائیگی! تو کیا ان سے اینٹیں نہ گر جائیگی!
 کہ صرے کہ صرہٹ گیا ہو خیال سڑی ہی تو ہوں، بٹ گیا ہو خیال
 کہاں کا دریچہ، کہاں کی نظر ابھی تو ہے زہرہ پہ آفت کا ڈور
 اتنی اِستم سے بچانا اُسے وہ نازک ہے، غم سے بچانا اُسے

پہلا ایک

آٹھواں مین

مقام، مکان کے اندر

زہرہ، تنہائی میں، اپنے خیال کے ساتھ

زہرہ - بلاؤں کے جھڑٹ میں تنہا کی جان وہ دب جائیگا جیسے دانتوں پان
 ہوا میرے ابا کو کیسا جنوں کہ لینے چلے، اپنے سر اسکا خون
 کسی کا لہو کیا وہ پی جائیں گے تو فاقے سے ہیں، اپنے جی جائیں گے
 وہ کون آخر ایسا ستم ڈھائیگا مجھے، یا گلی کو نگل جائے گا
 نہ اس میں سلیماں نہ آصف کا ڈھنگ نہ بلقیں کا تخت سیرالپنگ
 نہ ہارت ہے وہ نہ بابل یہ دیں کہ بدلے گی زہرہ تارے کھیں
 بلا کے ہیں ماموں کہ بس بو گئے ملا کیا اگر جان سے دو گئے

ستائیں گے کیا کیا نہ ماموں ابھی
 خدا دے نہ گنجے کو ناخن کبھی
 پڑ صاحب سے ہاتھ اٹکے جعفر کا مال
 وہ چلنے لگے مست ہاتھی کی چال
 جدھر نہ پھرے اٹکا ہٹ جائیں سب
 جدھر نکلیں دستے سے کٹ جائیں
 بُرا ہو جو دولت بُرے کی بڑھے
 کہ نظام پہ کچے گھڑے کی پڑھے
 بُروں کے بکھیرے بُرے، پھیل بُرے
 بہولوں کے کاتے بُرے، پھیل بُرے
 مرے واسطے جی پہ کھیلا ہے وہ
 ہزار آفتیں اور اکیلا ہے وہ
 اکیلا ہے تو ہوا خدا ہے وکیل
 اکیلے ہی تھے دشمنوں میں خلیل
 اتنی! کبھی نہ دکھائے نہ رات
 گنگار ہونے کو آئے نہ رات
 مگر، وہ تو پیدا ہوئی روسیہ
 چھپائے ہے پردے میں لاکھوں گنا
 جو دو ہڈیوں پر ترس کھائے گی
 تو کچھ موت بھوک کی نہ مر جائے گی
 مگر موت کے دل پہ ہو کیا اثر
 کہ اُس کو نہیں اپنے مرنے کا ڈر
 نہ ماں باپ اُسکے، نہ بچہ، نہ مرد
 نہ اُلفت کسی سے کہ ہو دل میں درد
 پھر ایسی کو کیا خاک آئے ترس
 وہ جانوں کو کھائے کہ کھائے ترس
 نہ کھنچ اوزیں اُسکو، بد ہے یہ کام
 کہ مُردے کا کھانا ہے شرعاً حرام
 ذرا خوف کر اپنے ایمان کا
 کہ مُردہ بھی ککا ہے، انسان کا
 زیں کیا سُنے، کان رکھتی نہیں
 وہ کھاتی تو ہے، جان رکھتی نہیں
 فقط پیٹ ہی پیٹ ہے اور خاک
 غذائیں نجس، آچے بنتی ہی پاک

اسی پر قضا کی ٹپکتی ہے رال
 قضا کیا، یہ سیری ادا کا ہے کام
 مری چتون اچھی ہے، لیکن بُری
 مری زلف اچھی ہے، لیکن ہلا
 مرا حسن روگ اُسکے جی کا ہوا
 ٹھنکتا ہے ماتھا مرا، یا نصیب
 پڑا ہے گلی میں کس ارمان سے
 جو عمر اُس کی کم اور مری ہو سوا
 وہ دُہلا، وہ پتلا، وہ ہے ناز نہیں
 وہیں پانوں ٹوٹیں، دل اُسے جہاں
 ہوا ہی نہ ہو جس پہ چتون کا وار
 نہ ابا، نہ ماموں کو ہے کچھ خبر
 پتنگوں سے پوچھیں کہ مئے میں کیوں
 چکوروں سے ملنے پہاڑوں پہ جائیں
 وہ ابا چلے، خیر اچھا ہوا
 میں کوٹھے پہ، اے، وہ دُھند دُھند
 بنائی ہے اچھن کی گڑیا سبھے

کہ کچھ ہڑیاں، کچھ رگیں، کچھ ہر کھال
 ادا مارتی ہے، قضا کا ہے نام
 کہ اس نے چلائی کسی پر پھری
 کہ پھانسی میں پھانسا کسی کا گلا
 مری میں، جو بال اُسکا بیکا ہوا
 خدا جانے دونوں کو ہو کیا نصیب
 سلامت رہے اپنے جی جان سے
 تو اس میں سے کچھ اُسکو دیدے خدا
 دل اُسکے اٹھائے اب اٹھائیں
 پتنگا گرے، آگ پائے جہاں
 وہ کیا جانے کیسی ہے بر چھی کی مار
 کہ آتا ہے دل کس طرح حسین پر
 چراغوں پہ صدقے اُترتے ہیں کیوں
 ذرا چاند سے اُن کی نو دیکھ آئیں
 وہ سوتی ہیں اماں، پڑی ہے بوا
 ہیں آتی ہے، آ بوا، سو اٹھی؟
 ابھی لاڈ سے رینگنے کو پڑیا سبھے

امیرن بڑا حال کچھ میرے جی کا ہے آج سویرے سے پنڈا بھی پھیکا ہے آج

زہرہ - جو یوں ہی سی تپ آگئی، کیا ہوا بہت دل کی کچھ ہے تواسے بڑا

امیرن - نہیں بیٹی، تجھ بیٹھی آپے کو میں بہا تھا کہ روؤں بڑھاپے کو میں

زہرہ - میں اب سمجھی، لٹکائیں بازار ہی! تو لٹکا سمندر کے اُس پار ہے!

امیرن - ترے سنہ سے جو نکلے ہیں ہو وہی یہ لے، میں چلی، سنی گئی ہی سہی
(دگئی)

پہلا ایکٹ

نواں سین

مقام کھڑکی

زہرہ، قاسم کو بچا رتی ہے۔

زہرہ - ارے او، ارے اد، کدھر سنہ، کدھر یہ کھڑکی، یہ کھڑکی، ادھر دیکھ، ادھر

قاسم - مری جان، تو آئی، اللہ لے میں! یہ میں جاگتا ہوں کہ سوتا ہوں! ای!

صدا دی ہے قاسم کو کس ناز سے محبت ٹپکتی ہے آواز سے

زُہرہ۔ میں کھینچتی ہوئی اس جگہ آگئی
 اگر آتے جاتے ذرا تار جائیں
 مجھے دیکھ لے خوب جی بھر کے آج
 بھری ہے دورنگی سے دنیا کی ذات
 ترے پاس جادو ہے، میں پاگئی
 تو گھر والے میرے مجھے پھاڑ لکھائیں
 اڑالے مزے زندگی بھر کے آج
 ابھی رات کا دن، ابھی دن کی رات
 خدا جانے کل کیا ہوا اور کیا نہ ہو
 میسر یہ دن پھر بھی ہو یا نہ ہو
 تجھے پھر بھی میں پاسکوں یا نہیں
 جیوں یا مروں، آسکوں یا نہیں

قاسم۔ مرے سامنے تو ہوئی آنکھڑی
 ترا شکر کرنے کو بن کر زباں
 ز جادو نہ ٹونے سے تو آئی ہے
 نہ پھر آسکے تو، یہ کیا راز ہے؟
 مری عمر کی جان ہے یہ گھڑی
 کھینچ آئی ہے منہ میں بدن بھر کی جان
 کشش عشق کی حُسن کو لائی ہے
 ستم کا ارادہ ہے یا ناز ہے؟
 تو کیا حسنِ بیرحم ہو جائے گا!
 تو کیا بھیج دوں میں اجل کو پیام!
 زمیں پر میں اور آسماں پر ہر تو
 وہیں اڑ کے پہنچوں جو پر پاؤں میں
 تو بنکر لہو میں رہوں اُسکے ساتھ
 ہوا کیوں نہ بُندا ترے کان کا
 ترے سامنے تو ہوئی آنکھڑی
 ترا شکر کرنے کو بن کر زباں
 ز جادو نہ ٹونے سے تو آئی ہے
 نہ پھر آسکے تو، یہ کیا راز ہے؟
 تو کیا عشق کا جذب کھو جائے گا!
 تو کیا تیری چوکھٹ کو کر لوں سلام!
 ترستی ہے زُہرہ، مری آرزو
 ملوں گھٹکے، قابو اگر پاؤں میں
 جو آئے وہ گورا بدن میرے ہاتھ
 ملا کیوں مجھے روپ انسان کا

کبھی چو متا گال کو زبل کے میں
 جو فطرت پہ اللہ نے اختیار
 لپٹتا کبھی زلف سے، ہل کے میں
 تو ہوں میں گلے پڑ کے گردن کا ہار
 محبت کا دم بل کے بھرتا ہوں
 لپٹتا ہوں پیار کرتا ہوں

زُہرہ - سنی میں نے نبوبات تو نے کئی
 مگر کیا میں کہتی ہوں اسن تو سہی

قاسم - وہ کیا؟ یہ کہ حسرت کو پالے رہوں!
 نطاسے ہی پر دل کو ٹالے رہوں!

زُہرہ - تو کیا یہ کہ میں آؤدیکھوں نہ تاؤ
 نہ سوچوں بگاڑا اور نہ سمجھوں بناؤ

قاسم - تو پھر میرے ارمان کا خون ہو؟
 مگر ساتھ ہی جان کا خون ہو

زُہرہ - گئے دو قاسم دن ارمان کے
 مرا حسنِ خونی کہا جائے گا
 پرے اب تو لالے تری جان کے
 یہ صدمہ نہ مجھ سے سہا جائے گا
 جسے چاہے تو، وہ میں کیونٹی
 نہ تھی شکل بننے سے پہلے خبر
 اتنی میں ایسی حسیں کیونٹی
 کہ تو جان دیگا مرے حسن پر
 نہیں تو چمک لیکے آتی نہیں
 کبھی حسن کو منہ لگاتی نہیں

پہنچتی خبر مجھ کو کیونکر وہاں
 وہاں خود ہی آپ سے میں دور تھی
 بُری جسکی شکل اُسکا اچھا نصیب
 تو ہاں موت تجھ پر لگائے ہے گھات
 ادھر رات آئی اُدھر تو پھنسا،
 کئی آدمی بل کے کر دیئے شور
 پڑے اس طرح قید خانے میں تو
 تری جان کو کھا کے بیڑی کٹے
 یہ کیا کہہ رہی ہوں میں قربان کی
 اُجر جاسے دُنیا، یہ ہو یا نہ ہو
 ہوا ہو یہاں سے، بچا اپنی جان
 نہ میں تجھ کو بھولوں نہ تو مجھ کو بھول
 کبھی ہو رہیگا، بد ہے جو ساتھ
 میں تھی چند پردوں کے اندر وہاں
 اندھیرے میں گھرنے سے مجبور تھی
 کہ جانوں کی دشمن نہیں وہ غیب
 تری جان پر آج بھاری ہے رات
 بہت روئیکا گو بہت کم ہنسا
 پھنسائیں گے ابا تجھے ککے چور
 کہ گویا نہیں ہے زمانے میں تو
 کٹے عمر تب جا کے بیڑی کٹے
 رہے خیر پائے تری جان کی
 مگر روٹھتا تیرا میلان نہ ہو
 مری جان سن، جان ہے تو جہان
 مگر اس گلی میں ہے کیا خاک و مہول
 رہا اب تو ملنا خدا ہی کے ہاتھ

قاسم۔ پیالہ اجل کا سب آخر پس
 گلی ڈر کے چھوڑوں یہ مکھن نہیں
 خضر ہی ہمیشہ جیسے تو جیسے
 جو موت آئے تو آئے، لیکن نہیں

زُہرہ اے یہ نہ کہہ، یہ نہ کہہ، ہائیں ہائیں تری آفتیں تیرے دشمن پہ جائیں
دھڑکتا ہے دل، تھر تھراتی ہوں اب وہ کون آ رہا؟ چپ، میں جاتی ہوں اب
(چسپی)

قاسم (چاروں طرف دیکھ کے) کٹاں، کون، کوئی نہیں، کیا گئی؟ ارے، پل بھی دی، ڈر کے گھبرا گئی!
ہوس کی تباہی، تمنا کا خون مبارک تجھے، اومے سرخون
جنوں، بے کسی جس پہ چھائی ہوئی اہل جس کی گودوں کھلائی ہوئی
لحد کھینچتی ہے تو چپار انہیں اُسے میری حسرت کی پروا نہیں
مگر دیکھ کر دل کو للچا نہ جاے یہ زُہرہ کا ہے، وہ اسے کھانہ جاے
شب آتی ہے، خیر کئے، پروا ہی کیا ذرا سی تو ہے جان، جھگڑا ہی کیا
جو دنیا کے تنہے پہ انگلی ہر بات تو ہے کون ایسی بڑی کائنات
مگر چور بننا بڑی بات ہے تو پھر کیا کروں، خیر اک گھٹا ہے
جھاؤں تھانے میں روتا کرٹا کہ بندہ جاے قاری پہ اُلٹا دھڑا

دوسرا ایکٹ

پہلا سین
مقام، تھانہ

قاسم اور تھانے والے موجود

قاسم۔ سُنے کوئی سیری خدا کے لیے
میں تاکا گیا ہوں جفا کے لیے
مے دم کے پیچھے پڑی ہے اجل
کہ کھولے ہوئے سُنہ کھڑی ہے اجل
یہ سمجھو کہ آفت ہے آئی ہو سی
اندھیرا ہوا اور چسٹھائی ہو سی

سیفِ خا۔ ابے کون ہو، ہٹ، نکل، دور ہو
یہ کیوں غل مچا یا ہے؟ چل، دور ہو
(تھانہ دار) نہ لینا نہ دینا، فقط چل پکار
سڑی ہے کہ ہے بھوت سر پر سوار

قاسم۔ سوا جی کے کچھ میرے لیے نہیں
یہ زہرہ کا ہے، خیز لے لو تمہیں

سیفِ خا۔ تو ہے کیا کہ یوں غل مچا تا حیل
پہلی ترمی کون بوجھے بھلا
میں سمجھوں تو، ڈر کیا ہے، کہ تو سہی
جفا کون چڑیا ہے، کہ تو سہی

قاسم۔ خدا کی قسم ہے بلا کا دُر آج
تفا کھیلتی ہے سسے سپر آج
سنو خیر، جاتا تھا میرا راہ راہ
پڑی اٹھکے زہرہ کے رُخ پر نگاہ
وہی راہ، کھاری کواں ہو جاں
ادراک پیر کر کھ کا بھی ہو وہاں
جو آنکھیں ادھر اور ادھر سے لڑیں
تو نظروں کی چوٹیں دلوں پر پڑیں
غرض، دل مرا اُسکے بالوں کا تھا
جو بالوں سے چپوٹا تو گا لوں کا تھا

خدا جانے، حسن اُس کا کیا کہ گیا
وہ بجلی سی جب چھپ گئی کوند کر
بس اب یاد اُسکی ہے آنکھوں کا کام
چمک اُسکے گالوں میں تھی آگ کی
چلی سانس، نو جس طرح سے چلے
کھلا راہ چلتے جو یہ گل نیا
وہاں میرا جنا ہے قاری کو خار
وہ کہتے ہیں جا، عشق کہتا ہوا نہ
مراد ل ہے زلفوں میں لٹکا ہوا
نہ چھوٹے تو کیونکر بھلا جاؤں میں؟
ضرور آج ہی شب کو وہ کر کے شور
کریں گے وہ گھات اور چلیں گے وہ داو
مجھے کچھ بھی پروا نہیں جان کی
جو یوں روح نکلے، ترستی رہے

کہ عشق اپنا دل تھام کر رہ گیا
چکا چوند میں پڑ گئی تب نظر
یہ اشکوں کے مالے پہ چپتی ہیں نام
لگی دل کی، لوہے اُسی آگ کی
جلا دل، کوئی لُٹے جیسے جلے
میں کمر کھ کے سینچے وہیں جم گیا
لہو پی کے دم لیں جو ہو اختیار
وہ دیتے ہیں دھمکی، یہ دیتا ہر قسم
وہ اُلجھا ہوا ہے، وہ اُسکا ہوا
تو کیا بے دل اُٹھ کر چلا جاؤں میں؟
بلا میرے سر لائیں گے کہکے چور
خدا جانے ہو یا نہ ہو پھر بچاؤ
مگر آپڑی ہے بیچ ارمان کی
لحد پر تنہا برستی رہے

سیف خاں وہ محمود، اچی ایک گوں گانٹھیا
کہاں کا وہ، کیسی بلا، کسکا داو
مجھے اُس نے پرسوں ہی چکا دیا
اکڑ خوب دے دیکے موچھو نیہ تاو

وہی بیٹھکا جا کے آباد کر وہیں اپنی راوٹا کو تو یاد کر
رہیں گے وہاں کچھ سپاہی لگے کہ قاری کے سنہ پر سیاہی لگے

قاسم - خدا پر میں لیتا ہوں پھر اپنی راہ رہے بندہ پر ور کرم کی بنگاہ
(راہ میں اپنے دل سے) (پہل کھڑا ہوا)
بڑا وقت قاسم نظر میں رہے چھری گھر سے لے لوں، کمر میں ہے
(لے لی)

دوسرا ایکٹ

دوسرا سین

مقام، گلی

✽ امیرن اپنے دل سے باتیں کرتی ہوئی آتی ہے

امیرن یہاں سے وہاں، اور وہاں سے وہاں
پہلے کو تھارستے میں خانم کا گھر
نہیں تاپتی پھرتی تھی کل زمین
جوانی گئی، زور سارا گیا
بدن میں وہ پھرتی، وہ کس اب نہیں
ہیں آنکھیں گرمان میں رس اب نہیں
نہ چتون نیکی، نہ دل میں منگ
نہ بالوں میں گھونگر، نہ گالوں پر رنگ
کبھی ٹھیک بک شک سے بندی بھی تھی
خدا نے ادا اور پھین دی بھی تھی

چمک بھی بہت تھی، دمک بھی بہت
ہزاروں ہی کھانے ہوئے چوٹ تھے
اے! لیکے پڑیا میں نکلی کہھر
ہنسا دیکھ کر مجھ کو، سُنہ ٹوٹ جائے
بہت کٹ گئی تیری، تھوڑی رہی
مزدہ یہ کہ سُنہ پر نہک بھی بہت
وہ ٹھکے سے مرزا تو بس لوٹ تھے
کہ نحوں صورت پھر آئی نظر
اتھی، مَوے کا بدن پھوٹ جائے
مجد آج ننگے تجھے تو سہی

قاسم۔ بوا، کو سنے مجھ کو دیتی ہو کیوں
رہی کس کی جان اور کسکی رہے
ہنسا کس لیے میں، یہ اچھی کہی
بھلا صبر بکیس کا لیتی ہو کیوں
یہ فانی ہے، کون اسکو باقی کہے
تو ہنسا بُرا کیا ہے، لو پھر ہی

امیرن نہ کھیل اوٹوٹوے لنگوٹے میں آگ
ترس کھا کے کہتی ہوں ان اُسری
ابھی خیر ہے، اپنا جی لیکے بھاگ
نہ برباد کر اپنی جان او سُرِی

قاسم۔ ترس خوب آیا، ادھر آؤ تو
کیا زہرا گل کرتھیں نے تو نہر
گلی ہے یہ کچھ گھر تمہارا نہیں
اے! تم تو تیر بد نے لگیں
ذرا اپنا بایاں قدم لاؤ تو
کہ پھیلا ہے گھر سے گلی تک وہ نہر
گلی پر کسی کا اجارا نہیں
اُچھلنے لگیں، ہاتھ ملنے لگیں

بت دانت پیسے، تو کیا پاؤگی میں حلوا نہیں ہوں کہ کھا جاؤگی
نہیں ان تنوں تیل، بس بس چلو خدا کے لئے اب ہسو، اب ٹلو

امیرن۔ نہ اتر اہت، پل پنجے مردوے پھرے تیری صورت پہ جھاڑوئے
مجھ ایسی سے یہ چھیڑ خانی تری نہ کام آئے تیرے جوانی تری
کوئی یوں کسی کو اجیرن نہ ہو بس اب تو نہ ہو یا امیرن نہ ہو
چلوں اپنے چلتے نہ یہ راہ پھر ترا منہ دکھائے نہ اسد پھر

دوسرا ایک ط

تیسرا سین
مقام، مکان کے اندر

امیرن اور زہرہ موجود ہیں

امیرن۔ اری، تو بھلی اور تری ضد بھلی بڑھاپے میں زہرہ بہت تو کھلی
یہ پڑیا ہے، لے اور مرجان چھوڑ مجھے، لے میں صدقے میں قربان چھوڑ

زہرہ۔ یہ کیوں؟ میری اچھی بوا، خیر ہے بتا، کیا ہوا، کیا ہوا، خیر ہے

امیرن تری خیر، جان اُس نگوئے کی کھلے
یہ بڑھیا رہے، چاہے چوٹھے میں جلے
موا، اوکھیاں مجھپہ چھوڑا کیا
پکا کر، کلجے کو پھوڑا کیا

زہرہ۔ بوا، تجھپے میں آنچ آنے ندوں
کبھی تجھکو چوٹھے میں جانے ندوں
توہاں ہے کلجے کا پھوڑا کہاں؟
میاں ہی؟ نہیں، پھر کہاں، کیا یہاں
میں اس کو دوا بھر کے اچھا کروں
نہیں تو بہ، چھو کر کے اچھا کروں

امیرن۔ بنانے لگی مجھکو، اللہ کی شان!
یہ ننھا سا منہ، ہاتھ بھر کی زبان

زہرہ۔ زبان ایسی کیا ہے چپانے کی شے
یہ دیکھ لے بوا، چار انگل کی ہے
(زبان دکھا دی)

امیرن۔ چڑھانے لگی تو تو منہ، ہٹ ادھر
وہ بی آتی ہیں، روک زہرہ زبان
وہ کرے کے در کے کھلے پٹ ادھر
اری، سانپ کے کان ہیں بی کے کان

زہرہ۔ تو آئیں، میں کہہ دوں گی جو کچھ ہوا
وہی، اُسکا جھگڑا ہی نا، کیوں بوا

امیرن۔ ترے سر گئی یا مرے سر گئی
میں کبخت دونوں طرح مر گئی

لے کیا تجھے، کھا کے بڑھیا کی جان ذاب سانس لو نگلی، پکڑتی ہوں کان

دوسرا ایکٹ

چوتھا سین

مقام، گلی

قاسم کے گرد رات کے وقت، چند آدمی، ہجوم کر کے

ایک۔ ارے چور ہے چور، لینا اسے خبردار، جانے نہ دینا اسے

دوسرا۔ یہ نکلا ادھر سے، وہ بھاگا ادھر کوئی روکنا بڑے گے آگے ادھر

تیسرا۔ وہ اُس نے قرولی نکالی، بچو بغل کی طرف دے کے خالی، بچو

جیب۔ ذرا بھائیو دیجئے بھالے رہو وہ اُتر کا ناکا سنبھالے رہو

قاری۔ وہ مرد دو جھپٹا، مجھے تھا سنا چھری سے ہوا کیا بُرا سنا

دلدار خان۔ اکڑتے ہو بھیا چھری تان کر ذرا ہم غدیوں کو پہچان کر
(ہینڈکائشیں)

قاسم ارے بھائی ولد ارخاں واہ یار بچا و اس آفت سے بند یار

ولد ارخاں پکڑنا نہ کوئی خبر دار، ہاں (لوگوں سے) یہ اندھیر کیا ہے، کو یار، ہاں

قاسم نہ پوچھو کہ کیوں بھٹی پلے ہوئے یہ پا پڑ ہیں قاضی کے بیٹے ہوئے
مرا دل کسی پر اگر آگیا تو ان کی گرہ سے کہو کیا گیا
کھرے ہیں حضور اور کھوٹا ہونہیں انھیں کیا کہوں میں کہ چھوٹا ہو گیا

ولد ارخاں چلو، یوں ہی تھانے کو تم ب چلو یہ جھگڑا لکھانے کو تم ب چلو
(ب گئے)

دوسرا ایکٹ

پانچواں سین

مقام، تھانہ

قاسم، قاری، جیب، ولد ارخاں، اور سیف خاں تھانہ دار۔ سب موجود

سیف خاں یہ کیا آفت آئی ہے، کیا قہر ہے؟ برے آدمی ہیں، برا شہر ہے
وہ قاری ہیں شاید! نہیں، وہ نہیں گئے ہیں وہ دو تین دن سے کہیں!

قاری نہیں آسکا، اسے نادام ہوں میں معافی کا خواہاں ہوں، خادم ہوں نہیں

سیفِ ظالم ابھی داویاروں نے لے ہی لیا وہ مارا اڑنگا، وہ دھم چت کیا
چلو، خیر، بولو، کہاں آئے ہو؟ یہ کیا سوانگ اس وقت تم لائے ہو؟

قاری - پڑا مجھ کو چوروں سے پالا ابھی نکل ہی چکا تھا دوا لا ابھی
ہوا ہو گئے اور، سنتے ہی شور مگر یہ ملا ایک اُن میں کا چور

قاسم - نہ لو نام چوری کا، ہاں چاہ کی پڑے جھوٹے پر مارا اللہ کی
یہ آفت کی چالیں، تگے پڑنے جائیں کہیں اُلٹی آنتیں گلے پڑنے جائیں

قاری - گلی میں رہو، گھر میں چوری کرو یہاں آؤ تو سینہ زوری کرو

دلدار خاں - تو کیا یار قاری، میں تھا ہی نہیں یہ، مگر کھ تلے سے ہٹا ہی نہیں

سیفِ ظالم - یہ ہے کون، قاسم ہی نا، ہاں وہی بڑا چور ہے، واہ اچھی کھی
بھلا چور پکڑا کیسا کس طرح؟ مرا ہاتھ پکڑو، کہو، اس طرح

کہیں نقب، کچھ مال، یا کچھ نہیں
 بس اس جھوٹھ کی انتہا کچھ نہیں
 یہ ترکیب سیکھی تھی تم نے کہاں
 بیٹیں خوب ہی دھول کی ریتیاں
 اے بھائی قاری خدا سے ڈرو
 کسی کو نہ یوں بے خطا لے مرو

قاری۔ خطا ہونہ ہو، میں خطا وار ہوں
 فریبی ہوں، جھوٹھا ہوں، سگار ہوں

حبیب بُری ان کی نیت، بُری ان کی خو
 بس اب آپ کے ہاتھ ہے آبرو
 کم ایسے ہیں دنیا میں نیک آدمی
 ہزاروں میں ہیں آپ ایک آدمی

قاری ادھر دیکھیے، یہ، تو یہ، بس یہی
 وہ، ہاں یاد ہے جھکو، وہ بھی یہی
 سیف خان کو
 انگلیاں دکھا کر

سیف خان جو چالان ہوگا تو پھنس جاو گے
 جہنم میں تم لوگ دھنس جاو گے
 چلو، جاو، کرنا نہ تکرار پھر
 نہ ہو غل غپاڑا خبردار پھر

قاسم۔ نہ یہ میسے سرہوں، نہ میں انکے سر
 نہ چھینیں گلی یہ، نہ مانگوں میں گھر
 یہ لیں اپنی راہ اور میں لوں اپنی راہ
 کریں یہ نباہ اور کروں میں نباہ

قاری۔ تری بن پڑی، چاہے جتنا تے بجے خوب جب خوب منڈھتے بنے
گھرا جڑا ہے تو جا گلی ہی میں پڑ گلی ہی میں مراد گلی ہی میں سر

قاسم۔ یہ دنیا یہاں کیا گلی کیا محل مرے آج اور دوسرا دن ہی کئی
گلی پست ہو، اول نہیں بہت ہے فقیر اپنی کئی ہی میں ست ہے

دوسرا ایک

چھٹا سین

مقام، مکان کے اندر

صفت، قاری، اور صیب موجود

صفتیہ۔ تو کیا اُس سے زک کھائے آتے ہو تم؟ کہ جھپے سے کچھ پاپ جاتے ہو تم
تکڑے کا جھکڑا چکا یا نہیں؟ جہنم کو وہ جا چکا یا نہیں؟

قاری۔ نہ پوچھو کہ تھانے میں کیسی پڑی خدا سے پڑا کام ایسی پڑی
ندا جانے کیونکر کھل میری چال کہ میں پھنستے پھنستے بچا بال بال
میری عقل کھوئی، مرا سر پھرا کواں میں نے کھودا تو میں ہی گرا
بہی اُلٹی لنگا وہاں، کیوں صیب؟ بچی جان، کیئے میں تھا خوش نصیب

صفیہ - تو ہاں، رہ گیا آج میرا سہاگ !
 نہ تھانے کو جانا پڑے پھر کبھی
 لگاؤں میں ایسے نصیب کو آگ
 کئے رہتے ہیں تیسے ایک جیب
 مری چوڑیاں لو، پن، لو ابھی
 کہیں تیسے بڑھ چڑھ کے ہوا نکلی دتا
 لئے ہیں گواہی کا ٹھیکا جیب
 گلی اُس کی، ڈنکے کی چوٹ آئے وہ
 پھر آبِ چاہے جتنا ستم دھائے وہ

قاری - نہ رُو، نہ پٹو، نہ چلاؤ تم
 خود اپنے سزا الزام لینا بُرا
 میں کھا لوں گا جان اُسکی، غم کھاؤ تم
 مَرے گڑے تو زہر دینا بُرا
 وہ غافل رہے، یہ بڑی بات ہے
 بس اب سادھ لو چپ، یہی گھاس

جیب بچا آج اگر وہ تو کل مار کھائے
 اُسے کسکے پھندوں میں جکڑوں توئیں
 مَرے ہتھ کھنڈوں سے کبا چکے جاے
 پکڑاؤنٹ کی ابکے پکڑوں توئیں

صفیہ - چلو خیر، یہ ذکر جانے بھی دو
 وہ کھانا گلی میں، وہی ہے وہی
 سر آنکھوں پہ آئے وہ، آنے بھی دو
 میں ہاری پڑی، جیت اُسی کی لہی

قاری اداں کو ہوی دیر، اٹھو اب جیب
 نہیں تو نہ ہوگی جماعت نصیب
 (سمجھئے)

تیسرا ایک پہلا سین

مقام، مکان کے اندر
زہرہ، تنہائی میں، اپنے خیال کے ساتھ

زہرہ۔ سلامت پھر اسیرا قاسم غریب
تیا جیسے ہوش، آگیا جیسے چین
مگر دشمنوں میں ہے یوں اسکی جان
تو کیا ہے، ایسے دل خدا کو نہ بھول
خدا ہے جو حافظ تو پھر کس کا در
اگر سانس پائیں تو پونس کہیں
اُسے موت، کر ہی چکی تھی ہلاک
قضا کو ہوا ہوگا صدہ بڑا
عدم کھینچ ہی لے پلا تھا اُسے
نہو، رہ گئی آج دنیا کی شان
مرے وہم کو سو جیتی تھی نئی
جُنوں چال پر پال چلتا رہا
ترپتے کئی رات اُچھلتے کئی

بلائیں میں لے لوں تری اوصیاب
وہ پھر پائی ہیں نے، جو جس شہر سے
ہے بتیں دانتوں میں جیسے زبان
ہیں پلکوں میں آنکھیں تو کانوں میں پل
کہ موسیٰ پلے اپنے دشمن کے گھر
کہ پھٹی نکل جائے اور بچ رہیں
موسیٰ گور کھاتی اُسے، منہ میں خاک
نگلتے ہوئے کو اُگلنا پڑا
مگر چھین لائی یہ دنیا اُسے
کہ دنیا بدن ہے تو قاسم ہے جان
دکھاتا تھا کھٹکوں کی شکلیں کئی
تصور کے نقشے بدستار رہا
کیجے کو ہاتھوں سے ملے کئی

مگر صبح کا سُنا تھا ہنستا ہوا خوشی کا شگون آج اچھا ہوا
 نگاہ آرسی ہی سے پہلے لڑھی مری آنکھ میرے ہی سُنا پر پڑی
 مبارک ہو میری سورت مجھے ادھر آ مرے سُنا میں پُرسوں گے
 وہ اماں اُٹھیں شاید آئیں ادھر چلو، ٹل گئیں بی پُرسوں کے گھر
 بوا، اُسکا ہونا نہ ہونے میں ہے اُسے جوڑی آتی ہے، کوئے میں ہے
 تو کوئے پہ لے ہے، دھڑکتا ہے دل تو کیا دل پہ رکھ دوں میں پتھر کی تل
 میں کھڑکی کے روزن سے جھانکوں ذرا وہ کونڈے میں لا ڈونے پانی بھرا
 پُرسوں وہ دھونے لگیں بالیاں ^(جھانگی) وہ اماں گترنے لگیں چھالیاں
 گئی ہے گھر اپنے نسیبن غیب میں بس اب کیا ہے، بڑھ اوقدم، یا نصیب
 مگر آئیں آتا تو کیسی پڑے اب اُلٹی پٹے، چاہے سیدھی پٹ
 ہوا ہونگی گر چھانوں بھی پاؤں گی پلک مارتے میں اُتر آؤں گی
 کوئے پر گئی،

تیسرا ایکٹ

دوسرا سین

مقام، کھڑکی

زہرہ، قاسم کو پکارتی ہے

زہرہ۔ ادھر دیکھ، او میرے پیارے، ادھر
 ہلا تو جگہ سے تو دل ہل گیا
 تری جان کشتی بلا سے لڑی
 ہوئی دور، خفت کی ماری قضا
 مگر تیری صورت کو یہ کیا ہوا
 گلابی گلہابی وہ ہلکا سا رنگ
 میں کیا دیکھ کر یہ اُداسی کہوں
 تجھے غم نے چوسا تو وہ جی گیا
 مجھے رات بھر وہم گھیرے رہا
 کلیجا اُچھلتا رہا اس طرح
 بدن کا تھا لرزے کے ہالے یہ حال
 ہو آنسوؤں کو کہوں یا شہاب
 خلش رو نگٹوں کی رہی رات بھر۔
 یہ کھٹکا کہ آفت تے سر نہ جالے
 تری لو لگائے سویرے اُٹھی
 الٹی، بڑا شکر اس بات کا
 بلا بن کے پانی کہیں بہ گئی
 ادھر، ادھیریت کے ہالے، ادھر
 ملی مجھ کو دولت کہ تُو ہل گیا
 بلا کیا بلا ہے، قضا سے لڑی
 کہ جیتی تری جان، ہاری قضا
 بدن آم ہے کو کا مارا ہوا
 نہیں آج گا لوں پہل کا سازنگ
 کہوں پھول رُخ کو تو باسی کہوں
 مٹوا جو تک بن کر ہو پی گیا
 دل اُلجھا ہوا سا تھ تیرے رہا
 کوئی آنکھ پھر کا کرے جس طرح
 بے جیسے آندھی سے پھونکی ڈال
 ٹپکتا تھا رینی سے گویا شہاب
 ہوئی رات کانٹوں کے اد پر بسر
 تری جان سے دور، تو مر نہ جالے
 دعا مانگتی منہ اندھیرے اُٹھی
 کہ کالا کیا تُو نے منہ رات کا
 قضا لے کے اپنا سا منہ رہ گئی

مرا چین تو ہے، مری جان تو
مرا غم تری آرزو ہی تو ہے
ترے غم میں جو میرے آنسو بہے
جو ملتے وہ آنسو تو جھٹتا ابھی
اگلے تو اک شے بنے کام کی
وہ کیا؟ رنگ کا ذکر گال اب تو دیکھ
تجھے دیکھ کر رنگ میں پا گیا
بس، اب میں تجھے نہ کھاتاں
اس آنکھ سے دل کا ارمان تو
دیا جس نے یہ غم وہ تو ہی تو ہے
بدن کے لہو سے وہ اپنے لیے
مگر کیا کروں، یہ زمیں پی گئی
میں تبیح پاؤں تے نام کی
یہ دونوں ہیں ایسے ہی لال، اب تو دیکھ
کہ جو اڑ گیا تھا وہ رنگ آ گیا
کہ گر گئی کی پھبتی نہ کہہ سکیں

زُہرہ - زمانے کا نقشہ ترا روپ ہے
خدا تجھ کو بہر و پیا کیوں کرے
جو دے چاہ ان کی تھے دل کو درد
اگر جان تیری مرے غم میں جاے
نہ سوچ اُس کو اللہ جو ہو گیا
اے ہاں، میں کہنے کو آئی ہوں کچھ
نہ ہو خرچ تو لے مری بالیاں
کہو گی، اُتاری تھیں دھوئے کو آج
ابھی چھانوں تھی اور ابھی دھوپ ہے
نیا روپ یا رب نہ اب تو بھرے
تو ہوں یہ مرے پھول سے گال زرد
تو یہ حُسن میرا جہنم میں جاے
کہ ہوا اس سے گذرا ہوا غم نیا
وہ کہنا یہ ہے، سُن، میں لائی ہوں کچھ
میں کھالوں گی اماں کی کچھ گالیاں
مگر بھول، تانے تھی، کھونے کو آج

خدا جانے، اماں، وہ کیا ہوئیں
 دکھانے کو، رونائے، بچپن کا کھیل
 میں روئی ادھر اُدھر پھیں اُدھر
 کسیں رکھ کے میں سو گئی، کھو گئیں
 لگا لوں کی آنکھوں میں بالوں کا تیل
 چلو، ٹل گئی، میرے رونے کے سر

قاسم - کروں شکر تیرا ادا کس طرح
 میں ہر چند مومن تیرے در کا فقیر
 ضرور نہ ہے تو صرف زہرہ کی ہر
 بو پائوں تو..... ہاں کیا وہ زیور کا ذکر
 مجھے میرا ورشکر کافی ہیں بس
 پڑھی کیا یہ اُفتاد میرے ہی سر
 زمانے کی راہوں میں جس راہ جاو
 جسے آج اونچا سکو کل ہے زوال
 جو دنیا نہ رستے بدلتی رہے
 نہ پھر رات دن ہو نہ دن رات ہو
 یہ دنیا ہے، اس میں بے پیچ ہیں
 اگر کٹ سکے وقت ہنس بول کر
 نہ ہنسنے کی فرصت قضاے تو پھر
 زباں بن سکے دل مرا کس طرح
 نہیں ہوں مگر اپنے گھر کا فقیر
 کہ ہے اک یہی دل میں رکھنے کی شہر
 نہیں مجھ کو واسد کچھ زر کی فکر
 ہے اللہ بس اور باقی ہوس
 بنے اور بگڑے ہزاروں کے گھر
 کیس ہے اُٹھنا اور کیس ہے چڑاؤ
 وہی ہے قمر اور وہی ہے ہلال
 تو کیا ایک ہی چال چلتی رہے
 نہ چارڑا، نہ گرمی، نہ برسات ہو
 یہ بیچ اور ہم بیچ در بیچ ہیں
 تو ہنس بول میں لوگ جی کھول کر
 اجل نفل منہ پر لگائے تو پھر

ذرا سنہ سے کہہ اب ہنسے اب کھلے
وٹنے پر ہنسی آئی، وہ لب کھلے

زُہرہ - نہیں تو، ہنسی کیوں خود آنے لگی!
میں کیوں سنہ خوشی کا چڑھانے لگی!
نہ یہ سنہ کلی ہے نہ یہ سنہ انا ر
کہ جس کو ہنسی پر نہ ہو اختیار
اے، ہیرے ہنسنے کی کو میں نہ رہ
چمک جائے بجلی، یہ بادل سے کہہ
مرے دانت دیکھے گا، یہ بات ہے
سنانے میں شاید کوئی گھات ہے
نہ ہیرے کہیں ہیں، نہ موتی کہیں
مرے سنہ کے دانت اور مے بس کچھ
ہنسون میں اگر تو نظر پھیر لے
میں سنہ بند کرتی ہوں اب کیسکے نہ چھ
ادھر سے ذرا سنہ اُدھر پھیر لے

قاسم - وہ آئی ہنسی، دانت وہ کھل پئے
برابر برابر ہیں ہیرے جڑے
سلامت رہے توجوانی کے ساتھ
بڑھیں شوخیاں زندگان کے ساتھ
سین کیا وہ جس میں کرشمے نہ ہوں
وہ دریا ہی کیا جس میں چشمے نہ ہوں
گرشموں سے چمکے جوانی کا حسن
بڑھے جیسے لہروں سے پانی کا حسن
مگر دل کی ہمت ہے ٹوٹی ہوئی
یہ بستی ہے صدیوں کی ٹوٹی ہوئی
ترے ہجر کا غم شہر ارا بنا
تو دل مضطرب ہو کے پارا بنا
مٹی کیا ساز سے تیر سی خو
کہ پارے کا کشتہ بناتی ہے تو

نہ ہوا پاک، پانی کا پینا نصیب تو ہو خاک پیاسے کو جینا نصیب
نکلنا نہیں صرت باتوں سے کام نہ میٹھا کرے منہ کو حلوی کا نام
نہ مانے طلبگار بے کچھ لیے نہ ہو سیر میخوار بے مے پیے

زہرہ شرابی ہے تو یہ مقتدر مرا تو کیا کوئی میخانہ ہے گھر مرا

قاسم ترا جسم میخانہ اور حسن مے مرا حمی ہے گردن تو جام آگ مے
بھری ہے بدن میں وہ مے لال لال کہ رنگت سے لبال ہیں، گال لال
وہی مے تو ہے رنگ لائی ہوئی کہ آنکھوں پرستی ہے چھائی ہوئی
اُسی مے سے ہے چور نشے میں تُو کہ ہنسی ہوئی ہے تری گفتگو
وہ مے تجھ سے مل کر جو پا جاؤں میں تو بیکر شرابی چڑھا جاؤں میں

زہرہ گھری ہوں میں کانٹوں میں جیسے بول نگاہوں میں ہوں جیسے جھار میں بول
جھمے تید خانہ ہے میرا مکان یہ دیدہ میں تیلی، یہ منہ میں زبان
جو نکلوں تو نچنے ہوائی میں نام خدا جانے، دم پہلے نکلے کہ جان
بیراہے مراد دل تری چاہ سے نہ ہو سچ تو بھرپاؤں شد سے
جو تو جسکے منہ دی پڑے میرے ہاتھ تو چہ رنگ بیکر ہے میرے ساتھ

قاسم نہیں، یہ نہیں مجھ کو منظور ہے کہ رنگت بدلنے میں مشہور ہے
زمانے میں رنگ اُسکا جسنے نہ پالے وہ، سٹی، ہوا، آگ، پانی سے جاے

زُہرہ۔ جو رنگت پہ جتنا نہیں دل ترا تو بن جاے تو کاش سایہ مرا

قاسم۔ نہیں ہے وفا سائے کی ذات میں کہ وہ دن ہی بھر کا ہے، دن رات میں
وہ گھٹتا ہے ہر روز بڑھنے کے بعد اُترتا ہے اونچے پہ چڑھنے کے بعد

زُہرہ۔ تو لوں میں سر آنکھوں پہ اس شکل سے یہ بال اور یہ پلکیں ہیں جس شکل سے

قاسم۔ میں اس تک کو پہونچا، یہ طلب ہے بس سر آنکھوں ہی تک ہو مجھے دسترس

زُہرہ۔ ارے تو مرا دل، مری جان میں مرادین بن، میرا بان بن

قاسم۔ بنوں سب کچھ، آخر کہاں سے بنوں فقط ہونٹ، منہ، اور زباں سے بنوں
کہاں ہیں، کہاں تُو کہ آئے نہ ہاتھ یہاں میں، وہاں تو کہ پائے نہ ہاتھ

زُہرہ۔ نہیں راہ ملتی ہے نکلوں جدھر
پھرے تجھ سے دل تو خدا سے پھے
مگر..... ایں، وہ کیا، کیسی آہٹ مارے!
وہی میری بیرن بوا ہو تو ہو،
نصیب نہ ہو، وہ تو با ہر گئی
تو ہاں، تُو مجھے کس طرح پائے
میں چڑیا ہوں اور پنجرہ میرا گھر
جو کہہ تو گردن جیسے آنسو گرے
وہ زنجیر کی کھڑکھڑاہٹ مارے!
اُسی کو جو کھٹکا ہو ا ہو تو ہو
ہوا ہے ہوا، تو بہ کیا ڈر گئی
ہوا ہو سکے تو یہاں آسکے

قاسم۔ ہوا کیوں بنوں میں کہ چلنا پڑے
ہوا میں تلون ہے، مجھ میں نہیں
نہیں کچھ بھی اس زندگانی کا عیش
مگر کیا کروں شوق کے جوش کو
قیامت سے ڈر تو کہ حسرت کے ساتھ
رادھرا اور اُدھر رخ بدلنا پڑے
جما ہوں تو اب خاک ہونگا میں
کہ فانی ہے ایجان فانی کا عیش
کہاں جا کے پھینک آؤں آغوش کو
پڑے تیرے دامن پہ قاسم کا ہاتھ

زُہرہ تو کیا قاسم ایسا ہی دشمن ہے تُو
اگر ایک دامن کے ماتھے گئی
چلو، ہو گئے کان، گل کے لئے
نہ بولوں گی منہ سے انہ کھو لو گئی گال
کہ تاکے ہوئے میرا دامن ہے تُو
تو چادر میں اور اوڑھ لو گئی نئی
نہ چھوڑو گئی اب تجھ کو بے جُل دیئے
چراؤ گئی آنکھیں، چھپاؤ گئی بال

نہاں تجھ سے کرتی ہوی راز کو
 جھجھکتی ہوی اور کھتی ہوی
 زمیں پر دباتی ہوی اپنے پاؤں
 ادھر سے ادھر، یوں سے دوں جاگیر
 قیامت میں ہوگی بہت بھیڑ بھاڑ
 خدا تک میں یوں ہی پہنچ جاؤنگی
 اگر تو نے چھیڑا تو میں رو پڑی
 خدا میرا بیکس مجھے مان کر
 یہ کیا ہو گیا، رُخ پھرا، سر جھکا
 کوئی مجھ سے روٹھا، جو پاؤں اُسے
 ستم ہے تو یہ ہے کہ پانا ستم
 بدلتی ہوی اپنے انداز کو
 سمنتی ہوی دور ہنتی ہوی
 نظر سے بچاتی ہوی اپنی چھانوں
 نکل جاؤنگی، تجھ سے کتر کے میں
 ذرا سی تو ہوں، کون نیشکل ہے آڑ
 ترانہ چڑھاؤنگی، اتراؤنگی
 بلا بن گئی، تیرے سر ہو پڑی
 ترس کھائے، عورت مجھے جان کر
 چڑھیں تیوریاں، دل کسی کا رکھا
 تو لاؤں، مناؤں، ہنساؤں اُسے
 بلانا ستم، آپ آنا ستم

قاسم - ستم کے سوا کوئی شے ہی نہیں
 جو رستی دریچے سے لٹکائے تو
 کرم بھی کہیں ہے کہ ہے ہی نہیں
 تو چھت پر مجھے رات کو پائے تو

زہرہ - اکیلی اندھیرے.... نہیں، کچھ نہیں
 تو جاتی ہوں، اب بات اسی پر رہی
 بلا سے، پیچھیں تیرے آنسو کہیں
 جویوں ہی خوشی ہے تو یوں ہی سی
 (رنگی)

۵۲
چوتھا ایکٹ
پچاسین
نظام، گلی

قاسم، رات کے وقت، انتظار کی حالت میں

قاسم۔ وہ آئی، نہیں، اب تو آئی، نہیں
نہیں آئی اب تک، تو کیا سو گئی
جوانی بھی ہے اور دل اٹکا بھی ہے
امیرن بھی ہے، ماں بھی ہے، باپ بھی
جو شاید نہ آئی تو جھوٹھی ہوئی
یہ ہٹ میں نے کیوں کی کہ ٹوٹل ضرور
رُکے دل تو بگڑے صفائی کا رنگ
نہیں تو یہ، ڈر سے جھجھک ہو تو ہو
ابھی سن ہی کیا ہے، انیلی ہے وہ
گھرے وہم سے ڈر کی شکلوں میں فہم
اگر خون دے لے کے دھوکے اُسے
مگر اُس کے دل میں مجھے پائیگا
وہ کھٹ لے وہ آئی، کہاں، کچھ نہیں

ستم کر دیا تو نے، آ بھی کہیں
نہ آئی تو بس بھور ہی ہو گئی
خلش ہے تو اتنی کہ کھٹکا بھی ہے
کہیں لا اُبا بلی نہ ہو آپ بھی
تو شاید گئی ہو وہ روٹھی ہوئی
وہ روٹھی ضرور اور رُکا دل ضرور
جے بند پانی پہ کائی کا رنگ
وہ روٹھی نہیں مجھ کو شک ہو تو ہو
اندھیری ہے رات اور انیلی ہے وہ
کہ وہی ہے فہم اور خُلق وہم
تو وہم آدمی بن کے روکے اُسے
تو وہم اُس میں پھر کس طرح جائیگا
تو سوئی، مگر یہ گماں کچھ نہیں

جن آنکھوں میں پھرتا ہے میرا خیال
 گزر نیند کا اُن میں ہو، کیا مجال
 ڈرے کیوں، وہ کچھ دل کی گچی نہیں
 تو کیا یہ سمجھ لوں کہ سچی نہیں
 خطر کیا جو ہے شب کا منظر سیاہ
 کہ ہیں اُس کے بال اس سے بڑھ کر سیاہ
 اگر اُس کو بد میں کا کچھ خوف ہو
 تو وہ پھوٹے شمع کی آنکھ کو
 مگر اُس پاس اُسکے آنکھیں ہیں چند
 اب اللہ جانے کھلی ہیں کہ بند
 کھلی ہوں تو اب بند ہو جائیں سب
 اُٹھیں حشر کو ایسے سو جائیں سب
 تو اب رات کم رہ گئی، طے رات
 گئی جتنی، کاش اتنی پھر آئے رات
 نہیں آئی تو کچھ نہ کچھ پھر ہے
 اگر شوخ چشمی دکھاتی ہے نیند
 تو اب رات کم رہ گئی، طے رات
 گئی جتنی، کاش اتنی پھر آئے رات
 چھپا کیوں ہے اور عدا، تو ہی بول
 کہاں نکلی کوئل، گھو بولتی
 جو زہرہ کے سر چڑھ کے تو بول دے
 پیہیہ کا اس دم گلا بیٹھتا
 یہ پی پی کی آواز اچھی تو ہے
 اسے سن کے بٹتا ہے میرا خیال
 وہ آئی، کہاں آئی، کوئی نہیں
 گزر نیند کا اُن میں ہو، کیا مجال
 تو کیا یہ سمجھ لوں کہ سچی نہیں
 کہ ہیں اُس کے بال اس سے بڑھ کر سیاہ
 تو وہ پھوٹے شمع کی آنکھ کو
 اب اللہ جانے کھلی ہیں کہ بند
 اُٹھیں حشر کو ایسے سو جائیں سب
 گئی جتنی، کاش اتنی پھر آئے رات
 جو نیند آگئی ہے تو اندھیر ہے
 تو سولی پہ بھی آہی جاتی ہے نیند
 کر ٹک تو ہی بجلی ذرا زور سے
 مری سونے والی کی آنکھوں کو کھول
 نہ اس وقت کبخت تو بولتی
 تو وہ چونک اُٹھے، آنکھیاں کھول دے
 نہ یہ پیہر ہوتا، نہ آ بیٹھتا
 مگر آج کھلتی ہے، جی ہی تو ہے
 دریکے سے بٹتا ہے میرا خیال
 تو پھر کیوں نہیں آئی جو سولی نہیں

جو دعدے کو بھونی تو پھر کیا علاج مگر اُس کے دل سے لگی ہوگی آج
 بنی ہوگی سوتی دکھانے کو وہ مگر ہوگی بے چین آنے کو وہ
 پہلی آئے سیدھی، یہ شکل ہے آج کہ زہرہ کا دل چور کا دل ہے آج
 وہ اب آگ لینے کو آئی تو کیا مجھے داغ دینے کو آئی تو کیا
 ادھر سانس کی شکل وہ آئیگی ادھر اُلٹے پانوں پلٹ جائیگی
 خدا آج مجھ پر ترس کھائے کچھ یہ رات اور راتوں سے بڑھا کچھ
 لگی ہوگی سورج کے تلوں سے آگ اُسے عشق کے دلوں سے ہوا لگ
 فلک، کاش اُسے سر اٹھانے نہ ابھرنے نہ، باہر آنے نہ
 فلک سے مگر رحم دشوار ہے وہ خود ہی پُرانا جفا کار ہے
 سحر منہ اندھیرے نہ آئے تو کیا جو اتنے سویرے نہ آئے تو کیا
 میں کہتا نہیں عمر بھر کے لئے مگر ہاں، پھر دوپہر کے لئے
 وہ کھر کی کھلی، ایں اُٹھلی یا نہیں کھلی کیوں نہیں، کچھ میں بھرا نہیں
 وہ چٹکی بجائی، وہی آئی ہے اری، تو نے رسی بھی لٹائی ہے
 یہ ہے، ہاں ذرا اور، بس اب نہیں کھسکتی ہے چڑھنے سے، کس نے کیس
 چڑھالے چلی ہے کہاں آرزو بچانا مجھے میرے اشد تو
 (چڑھ گیا)

چوتھا ایک

دوسرا سین

مقام، کوٹھا

قاسم اور زہرہ سو جو د

زہرہ۔ بلائیں تو لے لوں مری جان نہیں
 کہوں کیا، یہ کیسی ملاقات ہے
 یہ کوٹھا کہاں، تُو کہاں، میں کہاں
 لے لے تُو نے پھانسا مرا بند بند
 تے پیائے گھڑے کے قربان ہیں
 ندی تا دس جوگ کی بات ہے
 خدا جانے کیونکر میں آئی یہاں
 نظر مجھ پہ ڈالی کہ ڈالی کس
 چلے ساتھ جادو، بدھر تُو چلے
 زباں چلتی ہے جیسے جادو چلے
 تُو کیا تجھ کو جادو کا پستلا کہوں
 ہے رگ رگ میں جادو میں اب کیا کہوں

قاسم۔ کہاں میں کہاں تُو، یہ قسمت کا کھیل
 ہنسی آتی ہے منکے جادو کا نام
 زمانے میں جادو جو ہو کوئی شے
 جو چتون نے جادو سے پکڑا مجھے
 منڈھے چڑھ گئی آج کی رات بیل
 کشش دل کی کرتی ہو جادو کا کام
 تُو واللہ زہرہ ترا حسن ہے
 تُو بالوں نے پھندوں میں جکڑا مجھے
 نگاہیں مری لے کے آئینہ دیکھ
 کہ دیکھ مجسم قیامت کو تُو
 بھراؤ سنے شیشوں میں گویا شباب
 نیا رنگ گالوں پہ لایا شباب

جہاں جائیں گال اور گل، لال لال تو شک ہو کہ ہے کون گل، کون گال

نہ ہرہ - ہنساکس لئے، غم کو اتنا نہ بھول کلی بنکے رہ، پھول بنکر نہ پھول
 طے ہم تو ہونے کو ہیں اب جدا ہنسی سے بچے جس طرح لب جدا
 صفت حسن کی کر کے گھاتیں نہ کر نہ کر، یہ خوشامد کی باتیں نہ کر
 خدا نے کیا خوبصورت مجھے ترے وصف کی کیا ضرورت مجھے
 نہ پھلونگی میں، سنکے یہ گفتگو لگانے چلا جو تک پیچھر کو تو

قاسم - سہائی جوں میں خوشی بنکے تو تو آئی لبوں پر ہنسی بنکے تو
 گھڑی دو گھڑی کی ملاقات ہے مگر یہ بھی نہ ہرہ بڑی بات ہے
 بہت ہے، اگر ہو خوشی کم سے کم کہ پیدا ہوئی ہے خوشی غم سے کم
 بہت روگ انسان کے ساتھ ہیں ہزار آفتیں جان کے ساتھ ہیں
 بلاؤں میں راحت کہیں نام کو جو کانٹے ہزاروں تو پھول ایک
 خوشامد نہ کہہ، جان اسے تو جواب دیا میں نے جادو کا جادو جواب
 کشش عشق اور حسن کی سحر ہے کچھیں دل، رلیں الی، یہی سحر ہے
 یہ کیا! تو سرکتی، سمٹتی ہو کیوں؟ یہ بڑھنے کا موسم ہو، گھٹتی ہو کیوں؟
 میں آیا نہیں اس جاکے لئے بٹا رخ سے آنچل خدا کے لئے

زُہرہ ہوا باہر آپے سے اتر کے ٹو
 حیا ہی کے پیچھے پڑا آ کے ٹو
 یہ صدقہ نہیں ہے، اُتاروں جسے
 یہ چڑیا نہیں، تجھپہ واروں جسے
 نہ مندی کی رنگت ہے جو چھوٹ جائے
 نہ مٹی کی سورت ہے جو ٹوٹ جائے
 بدلتی ہے ضدن کی عادت کہیں
 یہ تیور نہیں، رت نہیں، رخ نہیں
 حیا ساتھ عزت کے، عزت کی شان
 حیا ساتھ عورت کے، عورت کی جان

قاسم۔ یہ گھونگھٹ بھی ہے کس بلا کی ادا
 حیا کی حیا، اور ادا کی ادا
 نہیں ہے نظر سے بچا و آب کہیں
 شکاری کی ٹی ہے، گھونگھٹ نہیں
 نزاکت پہ شاید گراں ہے حیا
 کہ آتے ہی نیچے کو سر جھک گیا
 تو ایسی کو تو منہ لگاتی ہے کیوں
 اسے ساتھ خلوت میں لاتی ہو کیوں
 ہے منہ چور خود اور جب آتی ہو یہ
 تو آنکھیں پرانا سکھاتی ہو یہ
 یہ گھونگھٹ کا عقد رکھلے اور کھلے
 لفافہ حیا کا کھلے اور کھلے
 دکھا کھلے آنکھیں کہ چھوٹے حجاب
 مرادل نہ ٹوٹے جو ٹوٹے حجاب

زُہرہ۔ ملا آج قابو، حیا کو چھوڑا
 جو کل بس چلے تو خدا کو پہنوا
 ہوئی چوک، دھوکا میں کھا ہی گئی
 آئینی ترے بس میں آ ہی گئی

قاسم - نہ جائے گی چوری تری کوئی شے
 کہ اللہ کا خون پرے پہ ہے
 نگہاں ہے خود، جسکا عصمت ہوام
 اکیلی یہ ہے لاکھ پیروں کا کام
 مگر یہ جو رخ پر رہا رات بھر
 تو ارمان کا خون گھونگھٹ کر سُر

نہ ہرہ - نہ سیٹوں، نہ جھپوں، نہ پردا کروں
 نظر تو لگاے تو میں کیا کروں
 کبھی رخ سے گھونگھٹ نہ سر کاؤنگی
 میں تیری نظر کو نہ پر کاؤں گی
 نظر سے دھڑکتا ہے کیوں سیرا دل
 یہ ہے میرے ماتھے پہ کاہل کاہل
 لڑیں تجھ سے آنکھیں تو کیوں کر لڑیں
 یہ پردوں میں رہتی ہیں کیا کھل پڑیں
 ان آنکھوں ہی میں خرم، نہ آج تو
 خدا کے لئے رکھ مری لاج تو
 نگاہیں، مری پتلیوں سے کہیں
 کہ پلکوں کے پردوں کو چھپے رہیں
 نہ ہل اوزباں تو جو بولوں بھی میں
 نہ کھل اومے نہ، جو کھولوں بھی میں
 جو تیرے اٹھانے کو میں ان جاؤں
 تو اٹھنا: اوسر میں قربان جاؤں
 ارے تو، چادر نہیں لائی میں
 دوپٹا یہ ہلکا سا اوڑھ آئی میں
 اندھیری ہے ساون کی، یہ خیر ہے
 تو بجلی کو پردے سے کیوں بھر ہے
 اکڑا ہے آنچل، نظر پھیر لے
 ادھر پھیر لے، ادھر پھیر لے

قاسم - نظر پھیروں، منہ ادھر پھیروں
 میں سب پھیروں، دل اگر پھیروں

مراد دل سبب میری شامت کا ہے یہ چھوٹا سا ملکہ اقیامت کا ہے
مرا خون پی کر بغل میں پلا، مگر تجھ سے مل کر مجھی کو کھلا
یہ کھوٹا ہے، آتا نہیں میرے کام اسی سے تو رکھا کیا قلب نام
سزا ہے، کہ اُلٹا لٹکتا رہے نہ ہو چین اسے سر ٹپکتا رہے
پھلا دل کا دیوانہ ہونا تجھے بلا کھیلنے کو کھلو نا تجھے
لڑکپن کی عادت نہ چھوڑے کی تو نہ مانے گی، جب تک نہ توڑے گی تو
میں بیٹھا ہوں خفت کا مارا ہوا جواری کوئی جیسے ہا ر ا ہوا

زُہرہ۔ کسی کو تو ہو مجھ سی پیاری نصیب کسی کو ہو تجھ سا جواری نصیب
یہ قسمت کا کھیل، اسے کیا اختیار مقدر کے ہاتھوں ہر جیت اور ہار

قاسم میں ایسا ہوا تیری چالوں سے تنگ کہ بگڑا عناصر کی چوڑے کا رنگ
خدا نے تو اچھا بھلا دل دیا لو تو نے ان چٹکیوں سے کیا

زُہرہ۔ لو بڑھ گیا، کچھ گھٹا تو نہیں؟ کہ اب یا تو ہاں منہ سے، یا تو نہیں

قاسم۔ لو کیا بڑھا، دل کے ماتھے گئی کسی کی زباں چٹکیاں لے گئی

چلو چٹکیو کچھ ادھر ہے ابھی ہوا دل ہو تو بگر ہے ابھی

زُہرہ - کہیں چٹکیوں کی یہ عادت بھی ہو
مرادل ترا گھر، یہ سچ ہے کچھ ٹھ
کہاں دل، کہاں چٹکیاں، یا نصیب
ہے پلو میں روزن کہاں، یہ بتا
تسے پاس کوئی شہادت بھی ہو
بٹا تو مرا گھر مٹا، تو نہ روٹھ
ہوا مُفت دھبّا لو کا نصیب
کہہ رہے گئیں چٹکیاں، یہ بتا
کیا خون، اس کی ندامت سہی
یہ سوکھی ہیں، ان پر تری ہی نہیں
تو منہدی کی رنگت کو کدے ہو
تو ہاتھوں کو پھر موند منہدی نصیب

قاسم ملے پھر نہ منہدی، یہ اچھی کہی
میں خوش ہوں کہ تیری زبان کھل پڑی
نہ منہدی سہی، خون میرا سہی
مگر چٹکیوں ہی پہ یہ ٹل پڑی

زُہرہ ترا زو بنیں چٹکیاں، اور لو
تلی اُس میں میری زبان، اور لو

قاسم نہ زُہرہ بگاڑ اس بنے کھیل کو
اڑا چٹکیوں میں نہ اس سیل کو

اڑے جاتے ہیں ہوش آئے نہیں
 فلک دُور ہے، کون جا کر کے
 یہ دے کون سورج کو جا کر پیام
 سحر کا گلا گھوٹنے کون جاے
 ادھر رات، ادھر دن، سحر چچ میں
 نظر کو تو کر لوں میں آنکھوں میں بند
 کہاں تھا تصور، کہاں جا پڑا
 سحر کا کلیجا پھٹے جب پھٹے
 اُٹھتی ہے ہتھ سے تو کر کے سیل
 بڑی پرے والی، تو نکل ہی کیا!
 ذرا منہ سے پھونکوں تو ہوتا تار
 مگر اس اندھیرے نے روکی ہر راہ
 نظر بھر کے دیکھوں میں کیونکر تجھے
 ان آنکھوں پہ بجلی کا احسان ہر
 پس اتنا میں سمجھا کہ کچھ ہے سہی
 وہ کون آیا، واللہ کوئی نہیں
 چمکتے ہیں دیدے، ٹپکتے ہیں ہال
 کہ یہ رات ہے پر لگائے ہوئے
 کہ آج اک ذرا چال دھبی ہے
 کہ یا خود ہی تھم، یا شعاعوں کو تھام
 کہ ہو دم بخود، سانس لینے نہ پائے
 یہ پتلی، یہ دیدہ، نظر بیچ میں
 سحر کو نہ پاؤں کہ ہے وہ بلند
 سحر تو نہ آئی، بسنوں آپڑا
 ترے رخ سے گھونگھٹ تو پہلے ہے
 یہ ضد ہے کہ بگڑے نہ پڑے کا کھیل
 یہ مکر ہی کے جالے کا آخیل ہی کیا!
 نگاہ آنے جانے لگے وار پار
 یہ کافر ہمیشہ رہے روسیاء
 چھپانے ہے ظلمت کی چادر تجھے
 اسی سے لگا ہوں میں کچھ جان ہر
 دوپٹے کے اندر ہی اک شے سہی
 وہ گھونگھٹ ہٹا، وہ دہن، وہ جین
 کتابی ہے چہرہ، گلابی ہیں گال

لوں پر تبسم ہے آیا ہوا جیس پر ہے اک تل بنایا ہوا
شگفتہ جبین، رنگ ہلکا سا ہے یوں کیا ہے پھول اک کنول کا ٹٹا
وہ آنچل کا جن سر سے تل ہی گیا عمل یہ سے چلے کا چل ہی گیا

زہرہ۔ اڑا میرا پردہ، کھلا تیرا جل چھوڑا لے، چھوڑا لے سر سے منہ کے گل
نہ گھوڑا اس قدر تو، کر آنکھوں کو بند نہیں تو میں لے آؤں آگ اور سپند
مرے گال نازک ہیں، رحم ان پہ کر کہ کاٹا سی جھپتی ہے تیری نظر
کیس نیل چہرے پہ پر جاے تو مری پیاری صورت بگڑ جاے تو
نچکے جو بجلی تو چکیں نہ گال ٹوٹا کرے مجھ کو تیرا خیال
مگر رشک سے داغ کھانے لگی ترپنے لگی تلملا ستے لگی
شرارت سے چکی، جلن سے جلی مری تاک میں لے کے مشعل جلی
پلک مارتے، اُس طرف، اِس طرف پھری ہر طرف، میں چھپوں کس نظر
جھک سے چمک نے کیا خوب میں ہے بدلی کے داس پہ لچکے کی ہل
الہی، جلاتی ہے بجلی مجھے لگے آگ اس میں، ابھی جل نہ مجھے

قاسم چمکنے سے بجلی نہ باز آ لے گی ترے کو سننے سے نہ دُرجاے گی
پڑمی روح بجلی کی پانی کے ہاتھ ہمیشہ وہ رہتی ہے بدلی کے ساتھ

وہ چمکا کر سے اور میں گھورا کروں غرض شوق دیدوں کا پورا کروں

زُہرہ - میں کہتی ہوں، اتنی نہ کر دیکھ بھال میں کہتی ہوں، آنکھوں میں آنکھیں ڈال
 نہ کھا، نہ دیکھ، ان کا قرآنکھوں کی مار کہ میں انکی پلکیں بہت خار دار
 جو لگو لگھڑیں بالوں میں، پھر تجھ کو کیا جو سرخی ہے گالوں میں، پھر تجھ کو کیا
 گلابی ہیں دیدے، گلابی سی شرابی ہیں، اچھا شرابی سی
 گرہ میرے جوڑے کی سوچھی نہیں ابھی یہ پیلی تو بو جھی نہیں
 مرے دانت کیا تھا، کیا گول ہیں یہ جتنے ہیں موتی سب انمول ہیں
 خدا جس کا منہ موتیوں سے بھرے اُسے نازِ زیبا ہے، جتنا کرے

قائم - قیامت ہے جو تیرا انداز ہے تو کیا حسنِ بے ناز ہی ناز ہے

زُہرہ - میں نازوں کے سانچے میں بیٹھ گئی میں نازوں کی گودوں میں پائی گئی
 مرے ناز دیکھے گا تو پھر کبھی کہ شب کی بقی میں چھپے ہیں ابھی
 ابھی میں نے صورت دکھائی ہی کیا جو کھل کر نہ آئی تو کئی ہی کیا
 تجھے شب کو مشکل ہے دل تھانا بھلا دن کو کیا ہو جو ہو سامنا
 جو کھل جائیں زلفیں تو لہرائیں سا تجھے دیکھ لیں داہنے بائیں سا

میں پھول ہے، قد ہے بیلے کا پیڑ
 کہ پھلیاں بھنویں، قد ہے کیلے کا پیڑ
 یہ دو ہاتھ، شمعوں کی دو بتیاں
 یہ دو ہونٹھ، لالے کی دو بتیاں
 ہے یا قوت کی تو نگ اس ناک میں
 یہ لے چھبے کے دل کو کہ ہر ناک میں
 یہ چھوٹا سا منہ، یہ چلتی جیس
 مگر سیل آنکھوں میں مطلق نہیں
 ان آنکھوں میں ہیں شوخیاں ہر جگہ
 مروت نے پائی نہ تہاں بھگہ
 تجھے، تیری نیت کا پھل دو نگ میں
 جو چھڑے گا جھکو تو پل دو نگ میں

قاسم ابھی پل بسوں اٹھکے پل دے جو تو
 رہے تیری گردن پہ سیدرا ہو
 قیامت کے دن رنگ لائے وہی
 نہ سر چڑھکے بولے وہاں تو سی

زہرہ۔ وہاں لاؤں ایسا نیا رنگ میں
 کہ جتنے نہ دوں خون کا رنگ میں
 رہوں سُرخ و حشر کے دن ہمیں
 نہ میداں جیتوں تو زہرہ نہیں
 اچھوٹی بنوں، شرم والی بنوں
 اینٹلی بنوں بھولی بانی بنوں
 چاؤں میں ہونٹھ اور جھکاؤں میں سر
 جیس پر شکن ہو نہ میں پر نظر
 میں مکروں تو سب تجھے اُلٹی جڑیں
 تجھے پھر تو لینے کے دینے پڑیں
 نزاکت کے دھوکے میں لوگ آجائیں
 میں عورت ہوں مجھے ترس کھا جائیں
 کے خلق تجھ کو کہ جھوٹا ہے تو
 کہاں یہ غریب اور کہاں یہ ہو

خدا ہے جیل، اس میں کچھ شک نہیں وہ محبوب اُسے جسکی صورت میں
 وہ اس حُسن ہی کا طرفدار ہو مری جیت ہو اور تری ہا رہو
 وہاں مجھ سے اُنہ کی جو تُو کھائے گا تو اپنا سا اُنہ لیکے رہ جائے گا
 مینس..... آیں اُدھر ہاتھ کچھ خیر ہے نہ چھونا مجھے، تو ابھی غیر ہے
 جو میں ہٹ کے بیٹھوں تو تُو کیا کرے بتا، پھر تری آرزو کیا کرے

قاسم۔ کٹوں شرم سے، رنگ جیسے کٹے گھٹوں درد سے، عمر جیسے گٹے
 کدورت سے دب جائیں یوں لولے دبے جیسے مُردہ زمیں کے تلے
 اُنھوں، جان سے ہاتھ دھو تا ہوا اُتر جاؤں کوٹھے سے روتا ہوا

نہرہ۔ بڑا رونے والا ہے، بچا ہے نا ترے رُخ کی رنگت وہ کیا اڑ گئی
 وہ آنکھوں میں آنسو بھرے ہی تو ہیں ابھی میں نے جگنو سے دیکھے کئی
 یہ دونوں پیالے نہ پھلکیں ذرا وہ دیووں کے اوپر دھرے ہی تو ہیں
 نہ جنبش کریں تیری پلکیں ذرا ابھی گر کے بُند اکھیں کھو گیا
 جو چھت ہی پُٹ..... ایں، غصہ ہو گیا بڑھا اُتو ہاتھ، اُتو آنچل کو چھو
 اُدھر، اور اُدھر میں ہی اب کہ تُو

قاسم مرے ہاتھ اُس شان کے پاک ہیں ورق جیسے قرآن کے پاک ہیں
 مراد دل ہے واللہ باللہ پاک ہے میرے عناصر میں کعبے کی خاک
 میں ہستی کو سمجھے ہوئے ہوں قلیل حدوث اسکا ہے خود فنا کی دلیل
 اجل آئے گی، عمر کٹ جائے گی یہ روح اپنے رستے پلٹ جائے گی
 بتاؤں تجھے اور کیا روح کو فنا جسم کو ہے، بقا روح کو
 کہوں کیا کہ رو کی گئی ہے زبان ہے اللہ کا حکم، بس اس کو مان
 بدن خاک میں مل کے ہو جاے خاک رہے روح برزخ میں دنیا سے پاک
 مجرور ہے، لوٹ سے پاک ہو اسے علم ہو جس ہو، ادراک ہو
 زمانے میں انسان جب تک جیا میاں جو لیا، جو دیا، جو کیا
 وہاں روح کے سامنے سب ہو پیش بھلائی ہو نوش اور بُرائی ہو نیش
 ہے اللہ کے ہاتھ پھر اختیار جو بخشے تو جنت، نہ بخشے تو نار
 بشر زندگی میں چلے نیک چال تو جنت کے میوؤں سے ہو وہ مال
 گناہوں کی کالگ سے ہو رو سیاہ تو لے روح اُس کی جہنم کی راہ
 بُرا ساتھ ہر دم ہے شیطان کا کہ شیطان ہے نفس انسان کا
 مگر جسکے پتے پر اللہ ہو نہ بھٹکے، نہ گمراہ ہو

زہرہ خدا جانتا ہے قرینا مرا ہے زمزم کا پانی پسینا مرا

پڑھیں میرے دامن پر مریم نماز
 تو ہو اس عبادت پر بیوی کو ناز
 مجھے دل سے تو اپنا کعبہ سمجھ
 دوپٹے کو کعبے کا پردہ سمجھ
 میں کیا مل گئی تیرا حج ہو گیا
 بڑھا خلق میں ایک حاجی نیا
 تو کیوں آ ملی، بس سمجھ لکھو گئی
 میں اس چاہ میں باؤلی ہو گئی
 یہ لائی، میں آئی، جو آئی، تو خیر
 بدی تھی ترے ساتھ کوٹھے کی سیر

قاسم - تو کچھ سیر ہی تک میں رہتا نہیں مگر خیر، ابھی کچھ میں گستاخیں

زُہرہ - گلی خلق کی، اُس میں رہ شوق سے
 زباں تیری، مُنہ تیرا، کہ شوق سے

قاسم - کہ صبر سے کہ صبر پھر بڑی، کٹ گئی
 کہاں سے کہاں ہو رہی، ہٹ گئی
 ہوا بنے چلتی ہے تیری زبان
 بہت رُخ بدلتی ہے تیری زبان
 نہ رستے پہ آؤ، نہ مطلب کی کہہ
 میں تجھ کی پوچھوں، تو پورب کی کہہ
 کہاں ہو ٹھہ ہیں؟ کہہ، جہاں پاں ہیں
 کہاں ہاتھ ہیں؟ کہہ، جہاں گال ہیں
 بگڑنا ہی میرے مقدّر میں ہے
 لکھا لٹی خدائی ترے گھر میں ہے
 غرض! بلکہ ہو میری حالت بُری
 چلاتی صی رہ مجھ پہ اُلٹی چھری

زہرہ - کٹی میں کہ مہر اور ہٹی میں کہاں
 جو تو مجھ سے سیدھی پرائی جڑے
 میں کیوں تیرے دھوکے میں آنی لگی
 جو رحم آنے تو کام اور صورا ہی ہو
 وہیں ہوں خدا کی قسم تھی جہاں
 تو ایسا نہ ہو تجھ پر الٹی پڑے
 میں الٹی پھیری کیوں چلانے لگی
 اور اس ناز کو نصہ کہ پورا ہی ہو

قاسم - زباں تیری اور رحم کا نام لے
 تجھے آنے رحم، ایسی شے ہی نہیں
 تم سے اگر عشق محروم ہو
 میں خوش ہوں کہ کرتا ہے حسن ناز
 مگر رات ساری جو یوں ہی کئے
 نکال ایسی ملنے ملائے کی راہ
 نہیں تو سحر اور حسرت کا دھیر
 تم ہو جو تو رحم سے کام لے
 کہ وہ تیری فطرت میں ہے ہی نہیں
 تو کب حسن کے ناز کی دھوم ہو
 ترے حسن کی عمر یا رب دراز
 تو میرا جگر پو سے پہلے چھٹے
 کہ ملتی رہے آنے جانے کی راہ
 گلی، اوہیں، اور قسمت کا پھیر

نہرہ - میں مجبور ہوں، کیا ٹھکانا مرا
 مری تاکیں، اُسکی آنکھ، اُسکی آنکھ
 جو آنکھیں بچاؤں تو کانوں کا ڈر
 غرض ایک جان اور بلا پر بلا
 قیامت کا آنا ہے، آنا مرا
 اکیلی بچاؤں میں کیس کیس کی آنکھ
 وہ آہٹ سنیں تو زباؤں کا ڈر
 مراد دم حسین اور یہ گھر کر بلا

میں آج آئی دل پر کڑی جھیل کر
ہوا سُن سے نکلی تو دم رُک گیا
جگر کُئی جان پر کھیل کر
میں سُن ہو گئی اور قدم رُک گیا
بڑھی، جیسے چمپک محبت بڑھے
دل اب تک دھڑکتا ہے تو بد نہیں
چڑھی، جیسے آہستہ سایہ چڑھے
جو گھبرا کے ٹوہا تھ رکھ دے کہیں

قا سم۔ تری بدگمانی کا ہو کیا علاج
نہ تو حق کو مانے، نہ قرآن کو
میں سمجھا کہ ہے یہ مرض لا علاج
بغل میں دبائے ہے ایمان کو
ابھی میرے ہاتھوں سے یہ بظنی
جو میں اپنے کعبے کو چوموں تو پھر
کے پردہ ہے یہ میرے کعبے ہی کا
یہی کیوں نہ کہدے کہ آؤں نہ میں
تو کیا ہاتھ اپنے ہلاؤں نہ میں

نُہرہ۔ ہوا تو خفا، یہ تجھے کیا ہوا
کہاں مجھ میں خود بدگمانی کی ہے
کہ باتوں کا لہجہ ہے بد لا ہوا
یہ باتوں میں شوخی جوانی کی ہے
میں دونوں کے بل پر ہوں مغرور بھی
تو اس کو دوبارہ کہاں پاؤں بھی
وہ ہو کیا، کہ تو خود ہی مجھ سانپس
تو کیا تیری خلقت میں غم انہیں

نہ میری سی آنکھیں، نہ میرے سے بال
 میں غم نے تجھے دوں جو تو لے سکے
 تو کیا مفت دوں، یوں ندو گئی کہی
 میں چوکی، جو تورو نے تو کیا کروں
 یہ باتیں کسی کے رُلانے کی ہیں
 میں قائل ضرور اپنی شامت کی ہوں
 طبیعت میں نقشہ شرارے کا ہے
 تو کیا میں ڈرو گئی، خفا ہو تو ہو
 جو ہر روز قاسم تجھے پاؤں میں
 نہ منہ ایسا چھوٹا، نہ ہونٹھا ایسے لال
 ابھی لے اگر میری خو لے سکے
 میں قیمت میں لے لوں گی آنسو ابھی
 تو آنسو کہاں تک میں پونچھا کروں
 کھلی کتنی میری زباں، اُف ری میں
 مگر ٹیلی کس قیامت کی ہوں
 یہ گورا بدن میرا پارے کا ہے
 میں غم نے کروں گی، جفا ہو تو ہو
 تو للچاؤں، تڑپاؤں، ترساؤں میں

قاسم۔ الہی ترا حسنِ دِن وِن بڑھے
 جوانی ہے پیاری مگر جوشِ قہر
 خود اچھی، بُری لیکن اس کی ہنگ
 جوانی سے موتے ہیں لاکھوں گناہ
 جو کھو لے جوانی کی گرمی کا خون
 جوانی میں غم نے کی تیزی بُری
 مگر میرا غم نہ بڑی پسینہ ہے
 کرشمے بڑھیں، جسدِ سن بڑھے
 ادا اس کی بانگی ہے، لطفِ اسکا نہر
 کہ یہ عقل کے ساتھ رکھتی ہے جنگ
 اسی سے تو رہتی ہے یہ رو سیاہ
 تو نکلے بخار اس کا بسکری خون
 سیہ ست گویا لے ہے پھری
 تبرک ہے کہنے کی ہر ایک شے

پڑے تیرا غمزہ اگر سیرے ہاتھ
تو اُس کو کروں صرٹ تیے ہی ساتھ
تری شے جب آئیگی تیے ہی کام
تو کس منہ سے تو لیگی قیمت کا نام
میں آنسو بھی دیدوں کہ جاری ہیں یہ
مگر ٹوکے گی کہ کھاری ہیں یہ
وہ کیا بات، اہاں، مجھکو ترسائے گی
مری چپ بھی کیا مجھ سے چھین جائے گی
تو کیا ضبط دنیا سے کھو جائے گا
تو کیا صبر نابود ہو جائے گا

ہرہ۔ نہیں، یہ نہیں، چپ میں کیا لطف ہے
ترے روٹھنے میں بڑا لطف ہے
یہ ماتھا ترا، جیسے پانی کی نہر
شکن اسچہ ہوا، جیسے پانی پہ لہر
ترے کان اور منہ ٹھٹھٹھ کیسے پھول
یہ سب زرد ہوں، جیسے پھولے بول
مجھے تیرے گالوں پہ ہو یہ گماں
کہ پت جھڑکے پتے اڑ آئے یہاں
اگر چپ رہے تو نئی سیر ہو
کہ ٹوٹ ہو، قاری کا گھرویر ہو
مگر مجھ کو کھٹکے گی سورت ضرور
بگاڑوں گی میں تیری صورت ضرور
جو بولے تو ظاہر ہو غصے کا طور
جو گرم آہ کیلچے تو کھندوں غلط
پڑیں سیرے غمزوں کے تیرا اس قدر
جو گرم آہ کیلچے تو کھندوں غلط
کبھی دل، کبھی تو جگر تھام لے
کبھی خشک ہونٹھوں پہ پھیرے زبان
کبھی دیکھے ناخن، کبھی آسمان
کبھی دیکھے ناخن، کبھی آسمان

میں چپ سا دھلوں ہسکرایا کروں سوا اسکے تو ہی بتا، کیا کروں

قاسم۔ میں پہونچا سزا کو بھی، مطلب کو بھی مجھے بھی اڑاتی ہر تو، شب کو بھی
بنے آج قینچی کے پھل تیرے لب کٹی جاتی ہے انکی چالوں سے شب

زہرہ۔ ٹھہر جا، ٹھہر جا، غلط ہے یہ بات نہ قینچی کے پھل لب نہ کیر، ہر رات
تو کیا شب کو سمجھی ہے تیری نگاہ کہ پھیلا ہوا ہے یہ مکمل سیاہ

قاسم۔ وہ پھر تیرے غم کے کانچر چلا وہ تیرا جگر میں، وہ دل پر چلا
جگر اور دل سے اُچھلنے لگا تو آنکھوں سے پھر خون اُبلنے لگا

زہرہ۔ تو کیا ہے، زمیں لاں ہو جائیگی مری چھت، ترا گال ہو جائیگی

قاسم۔ بیہ یوں ہی تو رنگ لالے لہو ترا حُسن دنیا میں ہو سُرخ رو
یہ چھوٹا سا سنہ اور فور اسی زباں خدا جانے باتیں بھری ہیں کہاں
غضب نوک کی مجھ سے لیتی ہے تو کہ بر بھی بنی ہے تری گفتگو
یہ باتیں تری سب جگر میں چھبیں جگر ہی میں کیا، جسم بھر میں چھبیں

دکھانے کو اب میں خفا ہو ہی جاؤں نہیں ہوں، مگر بے وفا ہو ہی جاؤں
 ترس تبھکو آئے، یہ ممکن تو ہے مجھے تو مانے، یہ ممکن تو ہے

زُہرہ - ترس آئے لیکن ضرورت تو ہو وہ غصے کی بولائی صورت تو ہو
 یہ رنگت اُٹے جیسے آندھی کے دھول یہ رُخ زرد ہو جیسے گیندے کا پھول
 مناؤں میں پھر تو کسے جس طرح تو کیا ہاتھ جوڑوں، مگر کس طرح

قاسم ہتھیلی سے اپنی ہتھیلی ملا دسوں انگلیوں کا ہوا اک سلسلا
 ملیں ہاتھ تو رُخ ادھر کو پھرے مری سمت ہوں انگلیوں کے سرے

زُہرہ - جو تیری زباں پر روش ہے یہی تو ہاتھوں کی اب کیا ضرورت رہی
 کیا خوب ہاتھوں کا مطلب بیان چلے بدلے پانوں کے بھی اپنے بان

قاسم یہ گھاتیں یہ چالیں پیچ اپنے چھوڑ یہی کیوں نہ کہہ دے کہ تُو ہاتھ جوڑ
 اگر عشق سے ہاتھ جوڑے حُسن تو زیبا ہے ناز اُس کو، اترائے حُسن
 ادب حُسن کے ساتھ تو عشق کی کہ ہے حُسن سے آبرو عشق کی
 مگر ناز مانے نہ بے جی لے چھری کے تلے کوئی کب تک جیے

چلو خیر، مریجاؤں میں پیشتر
مرا خون کاش اپنے سر نازلین
ہر اک ناز میں تیری خو ہی تو ہے
کہ نازوں کے پرے میں تو ہی تو ہے
کہ دیکھوں نہ آنکھوں سے غم کی سحر
ٹھکانے لگے جان اگر نازلین

زُہرہ۔ کہ ہر اپنے نازوں کو لیجاؤں میں
جو نازوں سے قاسم کا جی ہٹ گیا
لگی چپ، مگر مجھ سے روٹھا ہے تُو
کہاں جا کے شوخی کو پھینک آؤں میں
تو کیا حسن زُہرہ کا کچھ گھٹ گیا
کہے ہاں، تو کمدوں کہ جھوٹھا ہے تو

قاسم۔ میں روٹھا نہیں تب بھی روٹھا ہی
یہ کہہ سن چکی، اب تو چین آگیا
ابھی ہوں گے باقی ستم اور بھی
ستم تیری شوخی، ستم تیرے ناز
چھری چل رسی ہے تری ذات سے
بدن ترپینے سے ہونے لگا
غرض ہر ادا سے مرے دل کو توڑ
وہ روٹھا ہی کیا بلکہ جھوٹھا ہی
ترا دل ہوا خوش، مرا کیا گیا
تجھے میرے سر کی قسم، اور بھی
نہ کم تیری شوخی، نہ کم تیرے ناز
کہ کٹ کٹ گیا ہوں میں ہر بات سے
نہیں تو بہ، صدمے سے رونے لگا
مری جاں لیکر مری جان چھوڑ

زُہرہ۔ اے میری شوخی کو اتنا نہ ٹوک
زباں روک، شوخی سے مجھ کو نہ روک

دکھاؤں میں کیا شوخیاں رات ہے کروں کیا، یہ پہلی ملاقات ہے
 جھجھکتی بھی ہوں، ہچکچاتی بھی ہوں نیا پا کے تجھکو، لجاتی بھی ہوں
 اگر شوخیوں ہی میں تُل پڑوں تو بجلی سی چمکوں، ابھی کھل پڑوں
 زمانے کی گردش ان آنکھوں میں ہر شب آنکھوں میں ہوا ورون آنکھوں میں ہر
 قفا کو نچاؤں نظاروں کے ساتھ پھرے جیسے پتلی اشاروں کے ساتھ
 قیامت کا پتلا ہے قامت نہیں جو شک ہو تو گویا تیا ست نہیں
 یہ کیا کہہ رہی ہوں میں نادان ملے کہیں تھکے لالچ ترا بڑھ نہ ملے
 کہوں کون بات اور سنوں کون بات کہانی بڑی اور چھوٹی ہے رات
 کبھی پھر جو ملنا..... وہ کیا، اے غضب اذان، وہ اذان، ہاے اذاب

قاسم - پتہ رات سے ہو گئی کیا اذان صدا پھرے والے کی ہو یا اذان

زُہرہ - نہیں ہو اذان! واہ، کیونکر نہیں کہ پھرے میں اللہ اکبر نہیں
 وہ کیا مرغ بولا، سحر ہے سحر خدا کے لیے جلد اتر، جلد اتر
 ابھی دل کی دل ہی میں سریت رہی اگر زندگی ہے تو پھر کل سہی

قاسم - یہاں سے اٹھا آج تو مل کے ہاتھ میں جاتا ہوں، ابل کی ہر گل کے ہاتھ
 (اُتر گیا)

پانچواں ایکٹ

پہلا سین
مقام۔ مکان کے اندر
صفیہ، قاری، اور حبیب موجود۔

صفیہ۔ تو کیا اُس کا سوچ اب کسی کو نہیں اڑے وہ مُوا دھونی والا کہیں
نگوڑا جہم لے کے شیطان کا اجیرن ہوا ہے مری حان کا
لکھی ہے گلی اُس کی تقدیر میں ملی یہ ز میں اُس کو جاگیر میں
نہ ٹالے ٹالے اور نہ مالے مے کوئی میرے اللہ اب کیا کرے

قاری۔ مے دل میں غم کے داغ اس طرح شریفے میں بیج اُسکے ہوں جس طرح
جگر میں لہو کا یہ توڑا ہوا کہ گویا ہے لیمو نچوڑا ہوا
نہ کھانے میں لذت، نہ پینے میں لطف نہ مرنے پہ قابو، نہ جینے میں لطف
مگر زور موزی پہ چلتا نہیں مے تو ٹلے، یوں تو ٹلتا نہیں

حبیب۔ وہ ٹلتا نہیں، یہ بھی اچھی کہی اجل پر جو بات اُٹھ رہی، کیا رہی
ہمیں اُس سے پہلے جو مرجائیں تو ابھی بات کرتے گزر جائیں تو
اے بھائی، جی کا سہارا ہی کیا دم آئے نہ آئے، اجارا ہی کیا
کریں۔ مے کے چمکا، گلی اُس سے پاک وہ کبخت اڑے اس طرح، جیسے خاک

قاری۔ اُلجھ پڑتے ہو، آؤ دیکھو نہ تاؤ
مگر اُنے نہ تم کو تمھارا ہی داؤ
بجی ایک دن بال بال آبرو
تو اب لے نہ ڈوبے یہ چال آبرو
وہ تمھارے کا جھٹکا غضب غضب
بہت کھوکے سیکھا ہوں، تو بہ ہر آب

جلیب۔ وہ دن اڑ گئے، ہوں خبردار اب
رہوں کیل کانٹے سے ہشیار اب
نہ آخ آئے ہم پر نہ یہ گھر مٹے
وہی بے حیا جل بجھے، مَر مٹے

قاری۔ میں راضی ہوں لیکن اگر موہی
کو تو سہی، میں سنوں تو سہی

جلیب۔ کسے رو کے زہرہ کہ ہے دل میں درد
اُٹھے اور گرے جیسے ٹھوکر سے گرد
بچھونے پہ لوٹے، نہ ہو جی کو چین
نہ ہو خاک پر جیسے مچھلی کو چین
تڑپتی رہے اور اُچھلتی رہے
یہ کروٹ، وہ کروٹ، بدلتی ہے
دبائے کبھی، ہونٹھ دانتوں تلے
کبھی آ نکھ کھولے، نہ کھولے کبھی
کبھی سانس کھینچے، کبھی توڑ دے
کبھی ہاتھ تانے، کبھی چھوڑ دے
کبھی آئیں تو ہمتیں ہار جائیں
کبھی آئیں تو ہمتیں ہار جائیں
کبھی غل یہ شب کو کہ ہے ہے مری
کبھی غل یہ شب کو کہ ہے ہے مری

یہ ہوشب کے پردے میں یہ راز فاش کریں دفن ہم سب بناوٹ کی لاش
نکلے یہ چوٹ اُس سٹری کا جنون وہ لے آپ ہی، اپنے سزا پنا خون

قاری۔ ذرا موت کا نام معیوب ہے مگر ٹھیک اترے تو تیل خوب ہے
وہ کافر جو دنیا سے اس غم میں جاے تو اپنی بلا سے، جہنم میں جاے

صفیہ۔ تو رات آئی زہرہ ابھی سے پڑے موی لاش بس رات ہی میں گرے
کرے دیکھوں اب کیا نصیب کا پھیر مری جان زہرہ ترسے گی کی خیر

پانچوان لکٹ

دوسرا سین

مقام، مکان کے اندر
زہرہ، مصنوعی بیماری کے بستر پر، اپنے خیال کے ساتھ

تو پھر، ہاں وہ کیا، اُس سے وعدہ مگر بلائیں اُدھر ہیں، بلائیں اُدھر
بوا، ماں، پھوپھی سب قہیں پاس پاس میں دیدہ، یہ پلکیں مے آس پاس
میراں گھر میں ہوں جیسے سر میں جنون پھنسی ہو نہیں جیسے رگوں میں خون
یہ آنکھوں کے پھندے، یہ نظروں کے جال بچوں ان سے کیونکر، جلوں کون چال

جو یہ میرے دامن کو پا جائیں گی تو بچوں کے کانٹوں میں اُلجھائیں گی
 جلن سے اُجالا کیے ہے چراغ یہ دیتا ہے میرے جلے دل کو داغ
 اسے اُٹھکے چپکے سے ٹھنڈا کروں مگر دیکھ لے کوئی تو کیا کروں
 الٹی پتنگے کسساں مر گئے وہ شاید کسی اور کے گھر گئے
 مرادل ہو ٹھنڈا جو آ جائیں وہ لگی میرے جی کی بُجھا جائیں وہ
 اندھیرے میں شاید..... مگر یہ بخیر کر گئی بس اب روح کو ٹھکے کی سیر
 تو کوٹھے پہ کیا خاک ہے، کچھ نہیں جہاں ”وہ“ ہوا، رُوح جانا وہیں
 یہ کسنا کہ وعدے پہ آتی، مگر بلاؤں میں تھی جیسے بالوں میں سر
 وہ کمرے میں اور پاسبان ہر طرف جگر بچ میں، پسلیاں ہر طرف
 ہوس تھی، مگر تھا نکلنا محال وہ تھی، جیسے گونگے کے دل میں خیال
 پھنسی، آگ پتھر میں ہو جس طرح دبی تھی، نکلتی وہ خود کس طرح
 گھری دشمنوں میں، پڑی قید میں کوئی چور جیسے کر ٹی قید میں
 تو کیا اسکو وہ سچ سمجھ جائے گا دل اُلجھا ہو کیا سلجھ جائے گا
 وفا، تو ہی کہہ، کیا کروں کیا نہیں میں وعدے کو پورا کروں یا نہیں
 شہیں مجھ کو تو ہے اضطراب مگر بچ میں آپڑا ہے حجاب
 اُبھرنے نہیں دیتی حیرت مجھے بغل میں دبائے ہے غیرت مجھے
 حیا ہے کہ پاتوں میں ہیں بٹریاں بچھونے پہ رگڑاتی ہیں ایڑیاں

نہ ہوتی اگر شرم کی مجھکو پہچ
 یہ سب جیتے جی آج مارین مجھے
 میں کیونکر نہ سمجھوں جنونی انھیں
 کہاں ہے خدا، میں جو پاتی اُسے
 وہ ہے میری گردن کی رگستہ تریب
 جلی ہوں خدا کی قسم، بخت سے
 پھر آخر کروں کیا، تو کیا ڈر ہی جاؤ
 نگیلی نظر تن کے بر چھی بنے
 طبیعت بگڑنے پہ آئے نہ کیوں
 دل اپنا ہی تو ہر، مچل کیوں غلے
 چڑھے کیوں نہ تیوری کہ ہٹ جائیں سب
 لڑوں کیوں نہ سب سے، کڑی کیوں نہ ہو
 تو کیا سب سے جیتوں، یہ ممکن نہیں
 نہ لوں سانس، جھیلوں کڑی پر کڑی
 وہ کیا لے میں بھولی خدا جانے کیا
 کہاں آپ میں ہوں، کہیں کھو گئی
 ترے دل کو بھلاؤں خاک لری خوں

تو میں کھولتی درد کا جھوٹھ سچ
 چلو گھر کی عزت پہ واریں مجھے
 کہ سو جھی نہ یہ بد شکونی انھیں
 تو دل کھول کر غم دکھاتی اُسے
 مگر اُس کی رحمت سے میں بے نصیب
 ملے تو سمجھ لوں میں کب بخت سے
 تو کب تک روں، اب جگر کڑی جاؤ
 ڈریں سب جو یہ بنکے بر چھی تنے
 زباں کھل کے لڑنے پہ آئے نہ کیوں
 رُخ اپنا ہی تو ہر، بدل کیوں جلے
 بڑھے کیوں نہ غصہ کہ گھٹ جائیں سب
 پڑی کیوں رہیں کھڑی کیوں نہ ہو
 چلے زور، اتنا مرا سن نہیں
 خدا جانے عورت میں کیوں ہو پڑی
 ابھی سوچتی تھی میں کیا جانے کیا
 خدا کی قسم میں سسٹن ہو گئی
 بچھونے پہ تنکے نہیں، کیا چنوں

مٹا دوں میں پلکوں سے تینکوں کا کال
 جو آنکھوں کے ڈھیلیوں سے لیں آج کام
 بولوں کے کانٹے میں پاؤں کہاں
 میں خود ہی تو ہوں روٹ گئیں بول
 خدا جانے اب خاک ہے کس جگہ
 کہیں ہو تو ہو، میں کہاں پاسکوں
 جو ہاتھوں کو بل چلے دل کا غبار
 کریں کاش آنکھیں جنوں کا علاج
 میں اُلفت کو سمجھی کہ ہے بد بلا
 سرن ہی تو ہوں، دل کڑا کر نہ لوں
 کچھ آفت تو مرنے میں ہوتی نہیں
 مگر موت کبخت آئے بھی ٹو
 جو پاؤں تو لاؤں میں بس میں اُسے
 یہ مانا کہ موت آج آ بھی گئی
 مگر تیلیوں میں دم اٹکے تو پھر
 یہ حسرت کا ایسا بھوک آ پڑا
 کہاں مر گئی موت، آئے یہاں
 کہ تینکے سمجھ کر چنوں انکے ہاں
 تو رکھ لیں یہ آنسو لڑکپن کا نام
 کوئی لاکے جنگل کو رکھ دے یہاں
 مری آنکھیاں پھل ہیں، رُخ زرد پھل
 نہ کھیت اس جگہ ہے نہ ریت اس جگہ
 اڑانے کو جاؤں اگر جاسکوں
 تو اپنے جنوں کا نکالوں بنجار
 بہا دیں مرے جسم کا خون آج
 جو صدقے میں جی دوں تو ہو روبرو بلا
 کبھی کی عوض میں ابھی مرنے لوں
 میں کیا رات کو پڑے سوتی نہیں
 وہ دنیا سے مجھ کو اٹھائے بھو تو
 خوشامد کروں دیکھے تمہیں اُسے
 مراد اپنے دل کی میں پا بھی گئی
 نظر بنکے حسرت، جو ہو منتظر
 کہ مرنے کو بھی اب ترسنا پڑا
 وہ پائیگی جان ایسی پیاری کہاں

یہ سیرت کہ حوروں کی سیرت سے نیک
 یہ ماتھا، ورق جیسے قرآن کا
 یہ لب میرے، اللہ کا چنپہ نام
 مگر موت اکیلی ہے، دنیا بڑی
 کہیں ہو، جو مجھ تک وہ اس وقت آے
 میں ناچار ہوں، جان مجبور ہے
 زمیں سخت ہے تو وہ کبخت ہو
 ہے دور اس بدن سے ضرور آسمان
 تو کیا دم مرا یوں ہی اٹکارے
 پڑے موت کو موت، اُجڑ جائے وہ
 اجل کا فرشتہ کہاں کھو گیا
 دل اُس سے پکا ہے جو پا جاؤں میں
 بھر کتی ہے دل میں قیامت کی آگ
 قیامت کے دن سے کڑی ہر رات
 قیامت کو سورج ہو سر سے قریب
 بھرے تھے کہاں اتنے آنسو بھلا
 ضرور آنسو نہیں، لہو، تو ہے آج
 یہ صورت کہ لاکھوں حسینوں میں ایک
 یہ دل، صاف ستھرا گھرا ایمان کا
 یہ آنکھیں کہ پڑھتی ہیں اُس کا کلام
 خدا جانے وہ ہے کہاں اس گھڑی
 تو پاؤں کی ہندی نہ کچھ چھوٹ جائے
 زمیں سخت ہے، آسمان دور ہے
 مری جان کیوں اس قدر سخت ہو
 مگر روح سے کب ہے دور آسمان
 تو کیا غم کا ہر وقت کھٹکارے
 مرے بدلے مٹی میں گر جائے وہ
 وہ سنتا نہیں کچھ، تو کیا سو گیا
 تو کچھ اُسے آج کھا جاؤں میں
 جہنم سے او میری اُتید بھاگ
 جو نا پو تو اُس سے بڑی ہر رات
 یہاں آگ بھر کی جگر سے قریب
 لہو بھیس بدلے ہوئے بہ چلا
 کہ مونگے کا دانہ ہر آنسو ہے آج

کہیں بوند بھرا ب نہ رہ جائے تو مری جان چھوٹے جو بک جائے تو
 گلا کاش آجائے دانتوں تلے کہ شہرگ پہ دانتوں کا قابو چلے
 جو پاؤں تو دل کو پھوڑوں کبھی میں اُس کا لہو ب پنجڑوں ابھی
 کہاں تک میں ادموت کو سوں تجھے کہ مرنے کے لالے پٹے ہیں مجھے
 تو وعدہ، اے پھر وہ دھیان گیا مرا جی جلا دھیان کا کیا گیا
 مرا حافظ اے خدا چھین لے نہیں تو مجھے غش سے تسکین دے
 سنائیں مجھے آج شامت کے دن سمجھ لو نگہی سب سے قیامت کے دن
 سُننے گا خدا اس جلن کا گلہ کہ دنیا بجائے گا مصر آبلہ
 کروں ایسی سرِ یاد اللہ سے کہ میدان گو بنجے مری آہ سے
 کیلجے کو ہونٹھوں پہ لے آؤں میں لہو پٹپ آنکھوں سے پکاؤں میں
 جگر خون ہو کر بہے تو سہی مری شکل سب کچھ کئے تو سہی
 مگر تب تک آئیکا کیونکر ترار قیامت کرے حشر کا انتظار
 میں چپ ہوں گبول بہوئے ہی سہرو مرا غم ہے نادان بچے کا درد
 تو کب تک رہوں دل سنبھالے پڑی میں کیوں ایسی غیرت کے پائے پڑی
 حیا کیا ہے، آنکھوں کا پانی ہی تو اُڑے یہ تو کیا ہے، جوانی ہی تو
 میں کھل کھیلوں آنکھیں دکھا کر تو پھر حیا کو تجوں ضد پہ آکر تو پھر
 مگر یہ ڈٹھائی جو کی بھی تو کیا جو میں بے حیا بنکے جی بھی تو کیا

ابھی غم پہ غم اور رونے کو ہے ستم پر ستم اور ہونے کو ہے
 تو کیا قاسم ایسی کڑی جھیل جائے وہ انجان ہے جان پر کھیل جائے
 اگر وہ جنازے پہ قربان ہو تو میری محبت پشیمان ہو
 قیامت میں کیا سنہ دکھاؤں گی میں اُسے دیکھ کر جھپ جاؤں گی میں
 کہاں تک مری جان صدمے سے یہ کس کی رہی اور کس کی رسمے
 مگر زور اس دم سے چلتا نہیں کھٹکنا ہے کانٹا نخلت نہیں
 اسی دم کے چلتے ہے جینا مرا یہ اپنا بنائے ہے سینا مرا
 ہمیشہ یہ سنہ سے نکالا گیا مگر پھر کے آیا یہیں بے حیا
 نہ ہو چین ، لیکن قضا بھی نہیں مرے پاس تو سنکھیا بھی نہیں
 تو میرا انگوٹھی کا کھکیوں نہ لوں میں یوں اپنا جھگڑا چکا کیوں نہ لوں
 مگر سنکے مر جائے قاسم غریب تو ہو مجھ کو دھبہ لہو کا نصیب
 بھلائے جو گل حشر میں یہ لہو تو ہو حسن میرا وہاں زرد رو
 نہ بیعت بنے اور نہ مرتے بنے تو پھر کون سا کام کرتے بنے
 وہ کچھ ہو ، جگر تو کروں گی ضرور خدا کی قسم میں مروں گی ضرور
 چلو خیر ، دونوں کا خون ہی سہی ملے روح سے روح یوں ہی سہی
 یہاں رکے کڑیاں نہ جھیلو گی میں وہاں جا کے جنت میں جھیلو گی میں
 گذر ہو وہاں بھی جو ماں باپ کا تو کہہ دوں کہ یہ گھر نہیں آپ کا

(زر) بوا (جہستہ) لے وہ بولی، اتی مے
 (زر) بوا، لے بوا، ہاے کیا ڈر گئی
 (جہستہ) نہیں سوئی، اللہ غارت کرے
 ابھی خواب دیکھا کہ میں مر گئی
 اُٹے موت، بس میں وہی تو نہیں
 اُٹے مجھے خاک میں وہ ضرور
 وہ ہو گرد جس کا بدن نام ہے
 مجھے تو فقط روح سے کام ہے
 تو کیا جسم سے روح تربت کو جلاے
 ہوا ہو کے سیدھی یہ جنت کو جلاے
 بوا مان لے اتنا کم مرا
 پنچا لے مجھے خوب گنا مرا
 لگاؤں میں کاہل، سنواروں میں بال
 بناؤں میں گھونگر، بچاؤں میں جال
 اجل کا فرشتہ پھنسنے جال میں
 کہ پھندا بلا کا ہو ہر بال میں
 یہ رات، اس میں ہندی کہاں پاؤں میں
 تو کیا ہاتھ غالی ہی لے جاؤں میں
 لہو روتے روتے ہوئے گال لال
 میں ہاتھ انہ رگڑوں کہ ہول لال
 جو موت آ کے دیکھے تو پیار ہی جلاے
 نہ چھوڑے مرچان، لپچا ہی جلاے
 ابھی تک رہی آدمی بن کے روح
 اُڑے اپ بدن سے پری بن کے روح
 مرے سنہ پہ کیا مُردنی چھائی ہے
 ابھی ایک جھکی مجھے آئی ہے
 میں کیا کہہ اُٹھی، کچھ نہیں، کچھ نہیں
 کسی نے کیا یاد مجھ کو کہیں
 اُسی نے وہ ہاں ہاں وہی، موت ہاے
 (جہستہ) فرشتہ جو فاسم کی صورت کا ہو
 یہ دنیا کا جھگڑا جسمتم میں جاسے
 تو پھر سیرا مرنا محبت کا ہو

(دیکھ) وہ پھر آئی ہچکی، بس اب میں چلی کہاں میں، کہاں گھر، کہاں یہ گلی
 زباں تو اب اللہ کا نام لے چل اور روح جنت میں آرام لے
 (ابھی نہیں تویہ) بھٹکے کہاں میری روح جہاں میرا قاسم وہاں میری روح
 (چپ ہو رہی)

پانچواں ایکٹ

تیسرا سین

مقام، مکان کے اندر
 گھر والیاں، زہرہ کے پاس

صفیہ اے کیا ہوا، چپ ہوئی، چل بسی میں اب کیا کروں، بول او بے کسی
 گئی تو مرا آسرا توڑ کر گئی تو اکیلی مجھے چھوڑ کر
 گئی تو مری کو کھ خالی ہوئی اری میری گودوں کی پالی ہوئی
 مرا حق بھی کچھ تجھ پہ تھلایا نہ تھا چلی کیوں لحد کو، یہ گھر کیا نہ تھا
 تجھے مجھ سے یوں چھین لیجائے موت کسی کو نہ چھوٹے گی تو، ہاے موت

حلیمہ دیا تو نے زہرہ کیلچے پہ داغ بجھا ہاے بے وقت گھر کا چراغ
 (زہرہ کی پھر پچی) کہاں چھٹ پڑی موت غارت گئی جوانی تری کیا اکارت گئی

ہیں۔ اری سیری بچی، تجھے کیا ہوا مرے تو، جیسے ہاے تیری ہوا
 جو یہ جانتی تو کھلاتی نہ میں تجھے دودھ اپنا پلاتی نہ میں
 (گھر میں گھر میں پچا ہوا)

پانچواں ایکٹ

چوتھا سین

مقام، گلی
 قاسم، مصنوعی جنازے سے پیٹ کر اپنے چھری مارتا ہے۔

قاسم۔ تو کیا مر گئی، غل تو ہے، مر گئی	مری مجھ سے پہلے، ستم کر گئی
الگ کٹ کے چپکے سے جلدی تو کیوں	پڑی ایسی مرنے کی جلدی تو کیوں
ہوا سے بھرا کیا جہاں اس قدر	کہ ایک اُسکے دم کا نہ تھا آب گزر
ہوئی کس طرح تنگ اُسپر جگہ	کہ میدان خالی تو ہے ہر جگہ
ابھی کیوں نہ دنیا میں زہرہ تھی	خدا کے یہاں رزق کی کیا کمی
اجل کا کٹھن وقت جب آپڑا	قدم مجھ سے آگے اُسی کا پڑا
قیامت میں اب سُکر لے گی وہ	مرے سر کو نیچا دکھائے گی وہ
کہیں اُسکے مرنے کا دھوکا نہ ہو	تو سکتے سمجھ لوں میں، ہو یا نہ ہو
مگر وہ بھی ہے موت کا نام ایک	ہے سکتے کا اور موت کا کام ایک
میں نبض اُسکی چھو لوں تو ہیہ گمان	کہ پھر لے پانوں پٹ آئے جان

تو چھو ہی نہ لوں جا کے، لیکس نہیں مجھے دست زس ہو یہ ممکن نہیں
 جی ہو نگئی گھر دایاں آس پاس جیں جس طرح رو نگئے پاس پاس
 تو کیا وہ جہاں ہر میں جاؤں وہیں گرد کیجئے، اب ملے یا نہیں
 وہاں مجھکو دھوکا جو ہو جا سے تو وہ حوروں میں، بل کر جو کھو جا سے تو
 نہیں جی، نہ پہونچے اُسے کوئی حور رہے بڑے کے حوروں سے زہرہ کا نور
 نہ حوروں میں غم نہ نہ حوروں میں ناز نہ شوخی سے اُن کی زبانیں دراز
 نہ اتر کے عاشق کا دل مل سکیں نہ لچکا کے اپنی کمر چسل سکیں
 نہ عشقوں سے بے چین کرنے کی خو نہ ہاں کہہ کے اُن میں گُمرنے کی خو
 ہویں صرف آنکھیں جو کالی تو کیا نظر آئیں جا دوسے خالی تو کیا
 کرشموں سے، شوخی سے اور نور سے میں زہرہ کو پہچان لوں دور سے
 مگر ہونہ شاید وہ مجھ کو نصیب کہ رخصتا نہ ہو جا سے میرا رقیب
 اجی، وہ فرشتہ ہے، پھر وہم کیوں سڑی ہو گیا ہے مرا فہم کیوں
 مگر اُس کے آنکھیں بھی ہیں، دل بھی ہے وہ ایسا ہے تو شک کے قابل بھی ہے
 کہاں شک میں دل گھر کے چکرا گیا مرا مُفت کا سر جنوں پا گیا
 وہ مر ہی گئی، خیر نا چار تھی یہ گھر اُس نے بدلا کہم بیارتھی
 کہا تھا کہ آؤنگی، خوب آئی وہ کفن میں چھپی ایسی شرمائی وہ
 یہ آنکھیں چرانا ہانے کا ہے یہ مرنا، بہانہ، نہ آنے کا ہے

ہوا "توبہ" دل بدگماں، میں نہیں گنگا رہے یہ زباں، میں نہیں
 غضب ہے کہ یوں جی پہ کھیلی ہے وہ اندھیری ہے گور اور اکیلی ہے وہ
 وہ ظلمت سے شاید نہ ہو بے حواس کہ ایمان کا نور ہے اُس کے پاس
 گئی لیکہ دنیا سے حسرت کا داغ وہی کاش روشن ہو سکر چراغ
 مدد میں تھی کون ایسی لالچ کی چیز ہوئی مجھ سے بڑھکر اُسے جو عزیز
 میں سمجھا کہ زہرہ تھی بے اختیار نزاکت سے تھی جسم پر جان بار
 کہاں منہ سے سیدھی نکلتی تھی سانس بہت تنگ ہو ہو کے چلتی تھی سانس
 نہ منہ میں سائی، یہی بات ہے گئی اور نہ آئی، یہی بات ہے
 بڑے زہر پر اُس نے باز دھی کمر کہ خلوت میں اب وہ کر لگی بسر
 اجل کے فرشتے کو یہ کیا ہوا وہ محرم نہیں تھا اُسے کیوں چھو ا
 ضرور اچھی صورت اُسے بھا گئی فرشتے کو زہرہ پسند آ گئی
 اُسے لے اڑا چاہ کے جوش میں نہ جاتی وہ ہوتی اگر ہوش میں
 دکھائی گئے آنکھیں نکیرین آج وہ کیا جاتیں زہرہ ہی نازک خراج
 تو کیا اُس سے کچھ کر سکیں گے سوال وہ رُخ دیکھ کر ہو گا سکتے کا حال
 خوشی و اجل ہو گی کیا کیا تجھے بلی آج سونے کی چڑیا تجھے
 لحد کے قفس میں نہ کر بند اُسے چھے دے کہ رکھوں نظر بند اُسے
 بڑی چیز و خاک پائے گی تو مگر یہ ستم ہے کہ کھائے گی تو

دکاش ایک اُسکا ہو تو پیے
 جو اُسکے بدن کو نہ تو کھائے گی
 تری حرص کبخت مانے گی بھی
 نہ ہوں جسکے آنکھیں، نہ ادراک ہو
 جو مٹی میں ایسی پری یوں ہے
 پری ہی تو تھی اڑ کے چل دی تو کیا
 میں تھا نزع کے وقت آنکھوں سے دور
 ذرا اہل کے چپ ہو رہے ہونگے ہونٹھ
 دل اٹکا تھا مجھ سے تو یہ تیاں
 ہوا ہو کے وہ گرد پھرتی رہے
 ہے ادراک، پھر خاک اُسے چین ہو
 جلاوے اسے، رحم کر او مسیح
 ارے آسمان اُتارو تمہیں
 تمہیں او خضر جان اسے آکے دو
 مسیح اور خضر کیا اسے دینگے جان۔
 دوبار اہو جینے کا یارب رواج
 اگر روح زہرہ کی پھر آئے گی تو
 ہزاروں غذا نہیں ہیں تیرے لیے
 تو کیا جان تیری نکل جائے گی
 وہ کیا حُسن کو حُسن جانے گی بھی
 اُسے حُسن کی قدر کیا خاک ہو
 تو دل بنکے شاید تجھ خود سپہ
 ہوا ہو کے حالت بدل دی تو کیا
 دم آنکھوں میں اٹکا تو ہو گا ضرور
 خموشی میں کچھ کہہ گئے ہونگے ہونٹھ
 کہ ہو روح اُسکی مرے آس پاس
 مگر بے دہن، بیڑیاں، کیا کہے
 ترپتا مجھے پا کے بے چین ہو
 اُتر آسمان سے اُتر او مسیح
 سفارش کرو او ستارو تمہیں
 تمہیں چار بوندیں اسے لاکے دو
 خدا دے تو دے، یہ اُسی کی ہر شان
 بدل جائے فطرت کا قانون آج
 تو ہرزخ کی دولت نہ گھٹ جائے گی

اگر ایک مردہ نہ پائے گی گور
 اگر دم کسی کا پلٹ آئے آج
 جو ہستی کو واپس کوئی جان ہو
 تو کیا جان اُس کی نکل ہی گئی
 وہ زندہ ہو، تو بہ، غلط یہ اُسید
 تو کیوں مانگئے جائیگا کوئی غیر
 وہ کیا سی پہنے ہیں کفن، یا نصیب
 وہ زیبا تھا اُس پر، یہ زیبا نہیں
 بدن اُس کا لائیگا خاک اسکی تاب
 مین کا نہا جنازے کو دون یا نہیں
 میں سمجھا کہ سب روک لینگے مجھے
 جو چھو لون تو چپ سُن نہ لیٹے کبھی
 بڑا پیسچ او زندگانی پڑا
 بس اب آپڑا موت کا سامنا
 بس او زور گھٹ جا، ہو گھٹنے کا دقت
 رگون مین نہ دوڑا او لہو خشک ہو
 سہے اب زہر او زندگی تو مجھے
 تو فاقے سے کچھ مرنے جائے گی گور
 تو کیا موت کا گھر اُجڑ جائے آج
 تو بستی عدم کی نہ ویراں ہو
 قضا کی چھری اُس پہ چل ہی گئی
 جو شک ہو تو رضوان سے مانگوں رسید
 چلو، جان میری ہی جاتی ہے، خیر
 وہ جسم او رہ یہ پیر ہن، یا نصیب
 کفن کچھ ڈو پیٹے سے اچھا نہیں
 ہوئی کیا نزاکت کی مٹی خراب
 مراد ل جھجکتا ہے کیون، کیا نہیں
 جانے کو چھو نے نہ دینگے مجھے
 کفن پھاڑ کر اُٹھ کھڑی ہو ابھی
 کہ اس آرزو پر بھی پانی پڑا
 مجھے ہمت اُس وقت تو تھا سنا
 میں او عمر کٹ جا، ہو کٹنے کا وقت
 جس او نبض، او حلق تو خشک ہو
 ہوا ہو نفس، تو نہ اب چھو مجھے

بنانے کی کوئین نظر در پہ رہ اہل وقت کی منتظر سر پہ رہ
 چھری، تو مری جان کے ساتھ ہے مری آبر و اب ترے ہاتھ ہے
 سلوک آج کرنا مرے ساتھ تو ہلکانہ اسوقت او ہاتھ
 جنازہ وہ لاتے ہیں، یادش بخیر نکل او چھری، اب کلجے میں تیرے
 دل اور روح اُس سے، مگر کس طرح لپٹ کر جانے سے، ان اس طرح
 (اپنے سینے میں چھری مار)

پانچواں ایکٹ

پانچواں سین

نظام، گلی

زہرہ، قاسم کی لاش سے لپٹ کے اپنے چھری مارتی ہے
 زہرہ۔ (فریاد کرتے ہوئے) وہ کیا شور ہے، مر گیا، مر گیا یہ کون اپنے جی پرستم کر گیا
 کہیں وہ مرادھونی والا نہ ہو مرا سنہ قیامت میں کالانہ ہو
 (آہستہ سے) بوا آرہی ہو (زور سے) اری کیا ہوا تو کیا مرے قاسم اچھا ہو
 میں ٹوڑھی سے دیکھوں تو (دیکھتے ہوئے) وہ خوب اوبھٹے نکلا سٹری کا جنوں
 وہ لاش، اے وہ ترپا، ابھی جان ہو اسے میرے ملنے کا ارمان ہو
 یسے، میں ملی (دیکھتے ہوئے) وہ چھری (لپٹ کے) یہ چھری اہل تو بھلی۔ زندگی تو بُری
 (غصے سے) اکیلا نہ جا، میں ترے ساتھ ہوں میں قربان تجھے، چل او ہاتھ، ہوں
 (بچوں کے ساتھ ہی اپنے سینے میں چھری مارتی)

خاتمہ

تصنیف کی تاریخ کے ساتھ

بس اپنے قلم کو اب اے شوقِ روک — ستم کر گئی، اسکی چال، اسکی نوک
 یہ کیوں بنے خنجر پڑا تیرے ہاتھ — کہ دو خون اسنے کیے ایک ساتھ
 ادھر عشق، ادھر حُسن اور جان ایک — دل اُنکے تھے دو لیکن ارمان ایک
 کشش تو کشش پتیا رتھی — غلش دشمنوں کی مگر خار تھی
 دلوں میں تمنا نہیں سمٹی ہوئی — لرزتی تھیں سینوں سے چھٹی ہوئی
 جو دونوں میں پایا گلہ یاس کا — قضا نے کیا فیصلہ یاس کا
 جفا بخت کی گو لہو کر گئی — وفا کو مگر سُرخ رو کر گئی
 وقار بڑھکے بولی کہ یوں نام ہو — چھری چلے پہنچی کہ یوں کام ہو
 قفا کو ہوئی ہوگی شہرِ منگی — کہ اس موت کا نام ہے زندگی
 الہی، یہ قصہ کھلائے وہ باغ — کہ گل ہو گلستاں میں گل کا چرغ
 جتنوں عشق کا، حُسن، جانے اسے — نسوں حُسن کا، عشق، مانے اسے
 زباں بکے، خود بول اُٹھے داستاں — کہ جادو ہے یہ لکھنو کی زباں
 اس اُر دو سے چمکا لطافت کا نام — کہ اس میں نہیں ہے اضافت کا نام
 صفائی وہ بندش نے کی اختیار — کہ ہر سطر پہنچے ہے ہیروں کا ہار

کھلی اس کی تاریخ پر یوں زباں

کھلی موتیوں کی ہے یہ داستاں

CALL ۸۹۱۶۴۳۲
 ACC. NO. ۷۶۲۰۵
 AUTHOR شوق قدوائی، احمد علی
 TITLE تاسم اید زہرہ

۸۹۱۶۴۳۲
 ۷۶۲۰۵
 شوق قدوائی، احمد علی
 تاسم اید زہرہ

Date	No.	Date	No.

KEPT AT THE TIME



Maulana Azad Library ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over - due.

